ایمان

کے

اصول ومبادی

تألیف:

ڈاکٹر قذلہ بنت محمد آل حواش القحطانی

ترجمہ:

سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

MD. SANAULLAH SADIQUE TAIMI
Assistant Professor.
Al-Imam Mohammad Bin Saud University
(&) Simultaneous Interpreter At Masjid-e-Haram

محمد ثناء الله صادق التيمي
الأستاذ المساعد بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية
والمترجم الفوري بالمسجد الحرام، بمكة المكرمة

التاريخ: 1441/01/10هـ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين وعلى آله وصحبه أجمعين.

وبعد:

فقد اطلعت على ترجمة الكتاب القيم "شرح أصول الإيمان" لفضيلة الدكتورة قذلة بنت محمد آل حواش القحطاني/ حفظها الله ورعاها، التي قام بها الأخ الباحث سيف الرحمن حفظ الرحمن باللغة الأردية، وقد سبق له أن ترجم عدة كتب من العربية إلى الأردية وطبع بعضها، وقد قمت بمقارنة هذه الترجمة مع أصل الكتاب فوجدتها تفي بمراد المؤلفة في أسلوب أرديّ واضح سليم من خلل لغويّ، يستفيد بها القارئ بالأردية استفادة تامة بإذن الله تعالى.

وأخيراً أسأل الله تعالى أن يكتب للمؤلفة والمترجم جزاء موفورا و للكتاب قبولاً عاماً.

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

ثناء الله صادق التيمي

الأستاذ المساعد بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية
والمترجم الفوري بالمسجد الحرام

Mobile No. +966 504645648, E-mail: sagartaimi@gmail.com

عقیدہ کی بنیادیں

ایمان سے متعلق چند اہم مقدمات اور مسائل

۱-ایمان کی تعریف۔

۲-ایمان کے ارکان۔

۳-ایمان کی شاخیں۔

۴-ایمان کی شاخوں اور اس کے ارکان میں فرق۔

۵-مومنین کے درمیان درجات کا تفاوت۔

۶-مرتکب کبیرہ کا حکم۔

پہلا مسئلہ:ایمان کی تعریف

لغت میں ایمان کے معنی تصدیق کے آتے ہیں۔

اصطلاح میں دل سے تصدیق کرنے، زبان سے بولنے اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ جو اطاعت سے بڑھتا اور نافرمانی سے گھٹتا ہے۔

بالفاظ دیگر ایمان:(دل سے عقیدہ رکھنے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کا نام ہے)۔

یا: (دل وزبان کے اقرار)، (دل اور اعضاء وجوارح کے عمل) کانام ایمان ہے۔

دل کے اقرار سے مراد یہ ہے کہ: حق کو جانے، اس کا عقیدہ رکھے، اس کی تصدیق واقرار کرے، اور یقین کے ساتھ اسے تسلیم کرے۔اس سے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقیدہ دل میں راسخ اور جاگزیں ہو جائے اور کسی طرح کا شش وپنج باقی نہ رہے۔

زبان کے اقرار سے مراد یہ ہے کہ: کلمہ شہادتین کو زبان سے ادا کرے اور اس کے لوازمات کا زبان سے اقرار کرے۔

دل کے عمل سے مراد: نیت، جذبہ تسلیم ورضا، اخلاص وللّٰہیت، عاجزی وانکساری، طاعت وفرمانبرداری، اللہ سے لولگانا، رب پر بھروسہ کرنا، اسی سے امید رکھنا، اللہ کا خوف کھانا، اس کی تعظیم بجالانا، اس سے محبت وارادت رکھنا اور ان جیسے دیگر وہ اعمال جن کا شمار اعمال قلب میں ہوتا ہے۔

اعضاء وجوارح کے عمل سے مراد: اوامر اور واجبات پر عمل پیرا ہونا اور منہیات ومحرمات کو ترک کرنا ہے[1]۔

دوسرا مسئلہ: ایمان کے ارکان

ارکان: رکن کی جمع ہے، کسی چیز کے رکن سے مقصود اس کا مضبوط ترین پہلو ہوتا ہے۔

- **ایمان کے چھ ارکان ہیں:**

۱- اللہ تعالی پر ایمان لانا۔

۲- فرشتوں پر ایمان لانا۔

---

[1] دیکھیں: کتاب الایمان: ۲۷-۲۹ (عبد اللہ الأثری)، مراجعہ وتقدیم: ڈاکٹر عبد الرحمن المحمود

۳- آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔

۴- رسولوں پر ایمان لانا۔

۵- آخرت کے دین پر ایمان لانا۔

۶- تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا۔

اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب ہے جو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال کے جواب میں عرض کیا تھا کہ ایمان کیا ہے، آپ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ)[1]۔

تیسرا مسئلہ: ایمان کی شاخیں

ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں.... اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (ایمان کی ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی راستے سے موذی چیز کا ہٹانا ہے اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے)[2]۔

"جمہور اہل سنت کے نزدیک ایمان کی مختلف شاخیں ہیں، جیسا کہ اعلم الخلق ﷺ نے حدیث شعب الایمان میں بیان فرمایا ہے، ایمان کی ہر شاخ ایمان کہلاتی ہے، نماز اور اس جیسے تمام وہ اعمال جو اعضاء وجوارح سے ادا کئے جاتے ہیں، ایمان میں داخل ہیں، اسی طرح باطنی اعمال جیسے حیا، توکل وبھروسہ اور امید ورجاء بھی ایمان میں شامل ہیں۔ ان میں کچھ شاخیں ایسی ہیں جن کے زائل ہونے سے ایمان بھی بالکلیہ زائل ہو جاتا ہے جیسا کہ شہادتین کا اقرار، جب کہ کچھ

---

(1) صحیح مسلم (۸)

(2) صحیح مسلم: (۳۵)

شاخیں ایسی ہیں جن کے زائل ہونے سے ایمان بالکلیہ زائل نہیں ہوتا جیسا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، اور ان دونوں شاخوں کے درمیان بہت سی ایسی شاخیں ہیں جن کے درمیان بڑا فرق پایا جاتا ہے، ان میں سے کچھ شاخیں کلمہ شہادت کی شاخ سے قریب تر اور ملحق ہے، جب کہ کچھ شاخیں راستہ سے موذی چیز کو ہٹانے کے ہم مثل اور قریب تر ہے "[1]۔

چوتھا مسئلہ: ایمان کی شاخوں کا باہمی تفاوت

چونکہ ایمان کی مختلف شاخیں ہیں اور تمام شاخیں آپس میں متفاوت ہیں، اس لئے اس کے کچھ ارکان، واجبات اور مستحبات بھی ہیں۔

بہت سے نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان کے مختلف حصے اور متعدد اجزاء ہیں، جیسا کہ نبی ﷺ کی اس حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے: " جہنم سے ہر اس شخص کو نکالا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا"[2]۔ اہل بدعت کا عقیدہ اس کے برخلاف ہے ، وہ کہتے ہیں کہ ایمان کو مختلف اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ایمان شیئ واحد کا نام ہے[3]۔

پانچواں مسئلہ: ایمان کے ارکان اور اس کی شاخوں میں فرق

---

[1] کتاب الصلاۃ لابن القیم: ۵۳ مع اختصار۔

[2] صحیح بخاری: ۲۲، مسلم: ۱۸۴

[3] نواقض الایمان القولیۃ والفعلیۃ، عبد العزیز العبد اللطیف: ۳۲۰

ایمان اس عقیدہ کا نام ہے جس کے چھ اصول ہیں، ان اصولوں کو حدیث جبریل میں ذکر کیا گیا ہے، جب حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے ایمان کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا: "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کی کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ"[1]۔

رہی بات اس ایمان کی جس میں ہر قسم کے اعمال شامل ہیں، تو اس کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے نماز کو بھی ایمان کہا ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَـٰنَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِٱلنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾﴾ [سورة البقرة: 143].

ترجمہ: اللہ تعالی تمہارے ایمان ضائع نہ کرے گا۔ اللہ تعالی لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ: تمہارے ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف رخ کر کے تمہارا نماز پڑھنا ہے، کیوں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام مسجد اقصی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے[2]۔

چھٹا مسئلہ: ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے

ابن بطال المالکی کہتے ہیں کہ: (امت کے سلف اور خلف میں اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ رہا ہے کہ ایمان قول و عمل سے عبارت ہے، جو گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے)[3]۔

---

[1] بخاری: ۵۰، مسلم: ۸

[2] مجموع فتاوی ورسائل فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین: ۱/ ۵۴

[3] اس قول کو امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں نقل کیا ہے: ۱/ ۱۴۶، الکرمانی نے بھی صحیح بخاری کی شرح میں اس قول کو ذکر کیا ہے: ۱/ ۷۶

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے جو گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے)[1]۔

ابن القیم کہتے ہیں کہ: (... اجماع سلف ہے کہ: ایمان اطاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے)[2]۔

امام اہل السنۃ والجماعت احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ: (مسلمانوں کے فقہاء وائمہ اور تابعین میں سے ستر اشخاص کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن سنتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ان میں سے یہ بھی ہے کہ: ایمان قول وعمل سے عبارت ہے، جو اطاعت سے بڑھتا اور نافرمانی سے گھٹتا ہے)[3]۔

ایمان میں کمی بیشی اور نقص وزیادتی آنے کی دلیلیں:

اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٢﴾ [سورة الأنفال:2].

ترجمہ: مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انہیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہ ایمان میں زیادتی کی دلیل ہے کہ جب بھی ان پر آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے، ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ وہ آیتوں کے نزول کے وقت ان کی تصدیق کرتے ہیں، بلکہ یہ وہ چیز ہے جو آیتوں کی تلاوت کے وقت ان کے دل میں قرآن فہمی اور علمِ ایمان کے معانی کو

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ: ۷/ ۶۷۲

[2] مدارج السالکین: ۱/ ۴۲۱

[3] اس قول کو امام ابن الجوزی نے مناقب الامام أحمد میں: ۲۲۸، اور ابن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ میں ذکر کیا ہے، البتہ طبقات میں ستر اشخاص کی جگہ نوے اشخاص کا ذکر ہے۔

سمجھنے سے حاصل ہوتی ہے، گویا کہ پہلی دفعہ یہ آیتیں اس کی سماعت سے ٹکرا رہی ہوں، چنانچہ اس کے دل میں خیر کی رغبت اور برائی سے اجتناب کا وہ جذبہ پیدا ہوتا ہے جس سے اس کا دل پہلے نا آشنا تھا، نتیجتاً اس کے اندر اللہ کی معرفت اور اطاعت الٰہی کی چاہت بڑھ جاتی ہے، اور یہی ایمان کی زیادتی ہے۔

۲-اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدۡ جَمَعُواْ لَكُمۡ فَٱخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ إِيمَٰنٗا وَقَالُواْ حَسۡبُنَا ٱللَّهُ وَنِعۡمَ ٱلۡوَكِيلُ ١٧٣﴾ [سورة آل عمران:173].

ترجمہ: وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے فوج جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس بات نے انہیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

ان کے ایمان کی یہ زیادتی کسی آیت کے نزل کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ جب انہیں دشمن سے ڈرایا گیا تو اللہ پر ان کا یقین اور بھروسہ مزید بڑھ گیا، راہ جہاد میں ان کی ثابت قدمی اور توحید پر ان کی استقامت اور بڑھ گئی، ان کے دل سے خلق خدا کا خوف یکسر جاتا رہا، اور صرف ایک خدا کا خوف ان کے دل میں زندہ رہا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا مَآ أُنزِلَتۡ سُورَةٞ فَمِنۡهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمۡ زَادَتۡهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنٗاۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَزَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا وَهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُونَ ١٢٤﴾ [سورة التوبة:124].

ترجمہ: جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

ایمان کی اس زیادتی سے مراد صرف یہ نہیں کہ وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ نے ان آیتوں کو نازل کیا ہے، بلکہ ان آیتوں کے جو تقاضے ہیں، ان پر بھی ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، چنانچہ اگر انہیں جہاد اور اس

جیسے کسی عمل کا حکم دیا جاتا ہے تو اسے بروئے عمل لانے کی رغبت ان کے اندر بڑھ جاتی ہے اور اگر کسی چیز سے روکا جاتا ہے تو وہ اس سے باز آجاتے اور اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں، اس لئے اللہ نے کہا: (اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں)، خوش ہونا، محض تصدیق کرنے سے مختلف ہے۔

حدیث نبوی سے اس بات کی دلیل کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے:

حضرت عبادہ ن الصامت کی صحیح اور مشہور حدیث ہے کہ صحابہ نے آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی

> کہ وہ چوری نہیں کریں گے ،زنا سے باز رہیں گے اور گناہوں سے سے اجتناب کریں گے ، پھر آپ نے فرمایا: (جو کوئی اپنے اقرار کو پورا کرے گا اس کا اجر وثواب اللہ تعالی پر ہو گا اور جو کوئی ان میں سے کوئی گناہ کر بیٹھے گا پھر اس کو دنیا میں اس کی سزا ملے گی تو وہی اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور دنیا میں اللہ تعالی جس کے گناہ کو چھپالے تو عاقبت میں اللہ تعالی کو اختیار ہے چاہے اس کو معاف کر دے چاہے عذاب دے)[1]۔

گناہ کبیرہ کی تعریف:

عز بن عبد السلام کہتے ہیں کہ: "کچھ علماء نے گناہ کبیرہ کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ: ہر وہ گناہ جس پر

> کوئی وعید، یا حد یہ لعنت وارد ہوئی ہے وہ کبائر میں داخل ہے"۔

گناہ کبیرہ کے مرتکب کا حکم:

دنیا میں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے، وہ اصل ایمان کی وجہ سے مومن کہلاتا ہے، اور ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے فاسق کے حکم میں ہوتا ہے، اس لئے نہ تو اسے مومن کامل کہا جا سکتا

---

[1] صحیح بخاری: ۱/ ۶۴ مع الفتح، مسلم: ۳/ ۱۳۳۳

ہے، نہ ہی بالکلیہ طور پر اسم ایمان کو اس سے سلب کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اس سے مطلق ایمان کی نفی کی جا سکتی ہے[1]۔

آخرت میں مرتکب کبیرہ کا حکم:

اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب بغیر توبہ کے وفات پا جاتا ہے تو اللہ کی مشیئت کا ماتحت ہو گا، اللہ تعالی چاہے تو اسے معاف کر کے بغیر کسی عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اور اگر چاہے تو کچھ وقت تک کے لئے عذاب سے دوچار کرے، پھر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے[2]۔

مرتکب کبیرہ کے حکم کے تعلق سے امت کا اجماع:

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "صحابہ کرام، احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعین اور امت کے ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایسا کوئی انسان ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں نہیں رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا"[3]۔ خوارج اور معتزلہ کے علاوہ کسی نے اس عقیدہ کی مخالفت نہیں کی ہے۔

---

[1] شرح العقیدۃ الواسطیۃ للشیخ صالح الفوزان: ۱۶۱

[2] دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۶/ ۱۷۵

[3] سابق مرجع

ایمان کے چھ ارکان :

ایمان کا پہلا رکن: اللہ تعالی پر ایمان لانا

یقینا اللہ عزوجل پر ایمان لانے میں یہ شامل ہے کہ اللہ کے وجود، اس کی ربوبیت، الوہیت اور ان اسماء وصفات پر ایمان لایا جائے جو اللہ کے شایان شان ہیں اور جن کی خبر اللہ نے اپنی کتاب اور ہمارے نبی محمد ﷺ نے اپنی سنت میں دیا ہے، یہی توحید کی تینوں قسمیں ہیں، ایک خبری، دوسری علمی اور تیسری اعتقادی، ان اقسام میں توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات شامل ہیں، توحید کی ایک دوسری تقسیم انشائی، طلبی اور علمی بھی ہے، جو توحید الوہیت اور توحید قصد وارادہ کہلاتی ہے، اسی کی طرف رسولوں نے دعوت دی، اسی کی خاطر کتابیں نازل ہوئیں اور مشرکوں نے اس توحید کو قبول کرنے اور اس کا اعتراف کرنے سے انکار کر دیا[1]۔

اللہ پاک وبرتر کے وجود پر ایمان لانا:

وجود الہی کی فطری، عقلی، شرعی اور حسی دلیلیں:

وجود باری تعالی کی فطری دلیلیں:

فطرت اپنے خالق کی طرف ہی متوجہ ہوتی ہے، اس کی دلیل اللہ کا تعالی کا یہ فرمان ہے کہ: ﴿هُوَ ٱلَّذِي يُسَيِّرُكُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمۡ فِي ٱلۡفُلۡكِ وَجَرَيۡنَ بِهِم بِرِيحٖ طَيِّبَةٖ وَفَرِحُواْ بِهَا جَآءَتۡهَا رِيحٌ عَاصِفٞ وَجَآءَهُمُ ٱلۡمَوۡجُ مِن كُلِّ مَكَانٖ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ أُحِيطَ بِهِمۡ دَعَوُاْ

[1] دیکھیں: اقتضاء الصراط المستقیم: ۴۶۴-۴۶۵، مدراج السالکین: ۳/۴۴۹

ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنۡ أَنجَيۡتَنَا مِنۡ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾﴾ [سورة يونس:22].

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے، (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔

یہ توحید کی ایک نمایاں دلیل ہے، چونکہ مصیبت کی گھڑی میں وہ اللہ کے علاوہ کسی کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی دوسرا ان کی مصیبت کو دور کرتا تھا، اس لئے ہر وقت اور ہر زمانے میں اخلاص اور توحید مطلوب ہے۔

رب تعالی کا اقرار، ایک ایسی چیز ہے جو ہر سلیم الفطرت انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے، اس کے لئے کسی دلیل کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر امت کے سلف اور ائمہ کا اتفاق ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ ۞ أَفِي ٱللَّهِ شَكّٞ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ ﴾ [سورة إبراهيم:10].

ترجمہ: کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے، جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟

﴿ فَأَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفٗاۚ فِطۡرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيۡهَاۚ لَا تَبۡدِيلَ لِخَلۡقِ ٱللَّهِۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ﴿٣٠﴾﴾ [سورة الروم:30].

ترجمہ: پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ اس دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: اللہ تعالی کا فرمان ہے: اپنا چہرہ اس دین کے لئے سیدھا رکھ، اور ملت ابراہیمی کے اس سیدھے دین پر قائم رہ جسے اللہ نے تمہارے لئے مشروع قرار دیا ہے اور جس کی تمہیں رب نے ہدایت دی ہے... اس طرح تم اپنی اس فطرت سلیمہ پر قائم رہو گے جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، اللہ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت و آگہی اور توحید پر پیدا کیا ہے[1]۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟ پھر ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ﴾ [سورة الروم:30].

ترجمہ: اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۵/۳۵۸

أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَـٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّـٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ [سورة يونس:22].

ترجمہ: ہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقینا اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔

اس آیت میں فطرت کی ایک نمایاں دلیل اور توحید کی ایک روشن حجت موجود ہے، وہ یہ کہ مشرکین جب سمندر میں (کشتیوں پر) سوار ہوتے ہیں، چاروں طرف سے موجوں کا طوفان انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے اور ہر طرف سے وہ پریشانیوں کے احاطے میں ہوتے ہیں، اس وقت ان کی وہ فطرت جاگ اٹھتی ہے جس کی تخلیق توحید باری تعالی پر کی گئی ہے، چنانچہ بے ساختہ ان کی زبان سے دعاؤں کی پکار بلند ہونے لگتی ہے، کلمہ توحید سے فضا گونج اٹھتی ہے، ان کے دل ایک خالق کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اور التجاء و گریہ وزاری کا سچا مظہر سامنے آتا ہے... ایسا طبعی طور پر ہوتا ہے، اس میں کسی تقلید اور نظریہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

اس کے اندر اس بات کی دلیل موجود ہے کہ مخلوق کی تخلیق اس امر پر ہوئی ہے کہ وہ مصائب کے وقت اللہ کی طرف رجوع والتجاء کرتی اور توحید باری پر قائم رہتی ہے، یہاں تک بہائم اور چوپائے کو

بھی جب بھوک وپیاس کی شدت اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنا سر آسمان کی طرف ہی بلند کرتے ہیں، تمام مخلوقات کی اندر یہی جبلت رکھی گئی ہے[1]۔

اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وجود الہی پر فطرت کی دلالت ایک ایسا طبعی امر ہے جس کا انکار کوئی سرکش ہی کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کفر وشرک کے سرغنہ بھی توحید ربوبیت کا انکار نہیں کرتے تھے، رسولوں کو توحید کی تبلیغ کے لئے ہی مبعوث کیا گیا، توحید الوہیت کی ترویج وترسیخ اور ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے ہر طرح کی عبادت کو خالص کرنے کی دعوت دینے کے لئے ہی کتابیں نازل کی گئیں۔

وجود باری تعالی کی عقلی کی دلیلیں:

اللہ تعالی نے اپنے وجود کی عقلی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا۟ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ ٱلْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾﴾ [سورة الطور:35-37].

ترجمہ: کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے؟۔ ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟

صحیح بخاری میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: (میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ والطور پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سورۃ والطور اس آیت پر پہنچے "أم خلقوا من غير شـــيء أم هم الخالقون *

---

[1] دیکھیں: الجامع لاحکام القرآن: ۸/ ۳۲۵، فتح القدیر للشوکانی: ۲/ ۴۳۴-۴۳۵، دلائل التوحید: ۱۹۲

أم خلقوا السموات والأرض بل لا يوقنون * أم عندهم خزائن ربك أم هم المسيطرون" یا یہ لوگ بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو گئے یا یہ خود (اپنے) خالق ہیں؟ یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں۔ تو میرا دل اڑنے لگا)[1]۔

وجود باری تعالی کا سب سے عظیم ترین ثبوت آسمان وزمین کی خلقت، پہاڑوں، نہروں، انسانوں، حیوانوں اور نباتات کا وجود ہے....

اللہ کی خلقت پر غور کریں، اللہ فرماتا ہے:﴿صُنْعَ ٱللَّهِ ٱلَّذِىٓ أَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ۚ إِنَّهُۥ خَبِيرٌۢ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾﴾ [سورة النمل:88].

ترجمہ: یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے ۔

نیز اللہ فرماتا ہے:﴿ هَٰذَا خَلْقُ ٱللَّهِ فَأَرُونِى مَاذَا خَلَقَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦ ۚ بَلِ ٱلظَّٰلِمُونَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١١﴾﴾ [سورة لقمان:11].

ترجمہ: یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

وجود باری تعالی کی حسی دلیلیں:

[1] صحیح بخاری:۴۸۵۴

پہلی دلیل: ہمارا مشاہدہ ہے کہ دعا کرنے والوں کو قبولیتِ دعا کی ایسی واضح بشارتیں ملتی ہیں جن میں شک کی گنجائش نہیں رہتی، انس بن مالک سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ:(ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا یارسول اللہ! جانور مر گئے اور اہل و عیال دانوں کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آرہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے ابھی آپ ﷺ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا امڈ آئی اور آپ ﷺ ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے ریش مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔(دوسرے جمعہ کو) یہی دیہاتی پھر کھڑا ہوا یا کہا کہ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! عمارتیں منہدم ہو گئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔ آپ ہاتھ سے بادل کے لیے جس طرف بھی اشارہ کرتے، ادھر مطلع صاف ہو جاتا۔ سارا مدینہ تالاب کی طرح بن گیا تھا اور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہا اور ارد گرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے)[1]۔

دوسری دلیل: عہد آدم سے لے کر ہمارے نبی محمد ﷺ تک انبیاء ورسل کے معجزات، جن میں سے چند یہ ہیں:

---

[1] صحیح بخاری:۳۵۷۹

۱- قرآن کریم۔

۲- شق صدر۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ٱقْتَرَبَتِ ٱلسَّاعَةُ وَٱنشَقَّ ٱلْقَمَرُ ۝١﴾ [سورة القمر: 1].

ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں دیکھا۔)[1]۔

۳- کھجور کے تنے کا آپ کے لئے پھوٹ پھوٹ کر رونا:

حضرت طفیل بن اُبی بن کعب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: (جب مسجد چھپر کی تھی تو رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کی طرف نماز پڑھتے تھے، اور اسی تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے کوئی ایسی چیز بنائیں جس پر آپ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیں تا کہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں، اور آپ انہیں اپنا خطبہ سنا سکیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا" :ہاں "پھر اس شخص نے تین سیڑھیاں بنائیں، یہی منبر کی اونچائی ہے، جب منبر تیار ہو گیا، تو لوگوں نے اسے اس مقام پہ رکھا جہاں اب ہے، جب نبی اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، تو اس تنے کے پاس سے گزرے جس کے سہارے آپ خطبہ دیا کرتے تھے، جب آپ تنے سے آگے بڑھ گئے تو وہ رونے لگا، یہاں تک کہ پھوٹ پھوٹ کر رویا، اس وقت آپ منبر سے اترے اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا، تب وہ خاموش ہوا، پھر آپ منبر پہ لوٹے، جب آپ نماز پڑھتے تھے تو اسی

(1) اکتب الحاشیۃ ھنا

تنے کی جانب پڑھتے تھے، پھر جب)عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تعمیر نو کے لیے (مسجد ڈھائی گئی، اور اس کی لکڑیاں بدل دی گئیں، تو اس تنے کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لے لیا، اور وہ ان کے گھر ہی میں رہا یہاں تک کہ پرانا ہو گیا، پھر اسے دیمک کھا گئی، اور وہ گل کر ریزہ ریزہ ہو گیا)[1]۔

۴-آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ پھوٹنا:

امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو مالک نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آگیا، لوگوں نے پانی تلاش کیا، جب انہیں پانی نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن) سے وضو کریں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا۔ یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا[2]۔

اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی مختلف طرق کے واسطے امام مالک کی مذکورہ سند سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

۵-مکہ کے اندر آپ ﷺ کی نظروں کے سامنے بیت المقدس کی تصویر روشن ہونا:

---

[1] احمد فی المسند: ۵/۱۳۸

[2] صحیح بخاری: ۱۶۹، مسلم: ۲۲۷۹

اسراء و معراج سے متعلق ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ جب قریش نے آپ سے بیت المقدس کے اوصاف اور اس کے دروازوں کی تعداد دریافت کی، تو اللہ نے بیت المقدس کو آپ کے لئے روشن کر دیا گویا کہ وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہو، پھر آپ نے ان کے تمام سوالوں کے جواب دئے، ایک حرف بھی کہیں غلطی نہ کی، آپ ﷺ کا بیان ہے: (جب قریش نے (معراج کے واقعہ کے سلسلے میں) مجھ کو جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو روشن کر دیا اور میں نے اسے دیکھ کر قریش سے اس کے پتے اور نشان بیان کرنا شروع کر دیئے۔)[1]۔

٦- پتھر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مکہ میں مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ میں اس کو اب بھی پہنچانتا ہوں۔[2]

٧- موسی علیہ السلام کے معجزے:

١- عصائے موسی جو زمین پر رکھنے سے بڑے سانپ کی شکل اختیار کر لیتا تھا، اللہ تعالی فرماتا: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا۟ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِى وَلِىَ فِيهَا مَـَٔارِبُ أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا يَٰمُوسَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَلْقَىٰهَا فَإِذَا هِىَ حَيَّةٌ

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے مناقب الأنصار میں باب حدیث الاسراء کے تحت روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ٣٨٨٦، امام مسلم نے کتاب الایمان میں باب ذکر المسیح ابن مریم علیہما السلام کے تحت روایت کیا ہے، نیز امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے: ١/٣٠٩

[2] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور امام البانی نے مشکاۃ کی تعلیق میں اس کی صحت کا حکم لگایا ہے، مزید دیکھیں: صحیح الجامع: ٢٤٨٧

تَسۡعَىٰ ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا ٱلۡأُولَىٰ ﴿٢١﴾﴾ [سورة طٰہ:17-21].

ترجمہ: اور یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ!؟ کہا یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں کئی اور ضرورتیں ہیں۔ فرمایا اسے پھینک دے اے موسیٰ !تو اس نے اسے پھینکا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑتا تھا۔ فرمایا اسے پکڑ اور ڈر نہیں، عنقریب ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔

۲-مزید اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَٱضۡمُمۡ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوٓءٍ ءَايَةً أُخۡرَىٰ ﴿٢٢﴾﴾ [سورۃ طٰہ:22].

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو کی طرف ملا، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکتا ہوا) نکلے گا، اس حال میں کہ ایک اور نشانی ہے۔

۳-اللہ تعالی نے قوم موسی کو سات نشانیاں دے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَلَقَدۡ أَخَذۡنَآ ءَالَ فِرۡعَوۡنَ بِٱلسِّنِينَ وَنَقۡصٍ مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾ فَإِذَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡحَسَنَةُ قَالُواْ لَنَا هَٰذِهِۦۖ وَإِن تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٞ يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓۗ أَلَآ إِنَّمَا طَٰٓئِرُهُمۡ عِندَ ٱللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُواْ مَهۡمَا تَأۡتِنَا بِهِۦ مِنۡ ءَايَةٖ لِّتَسۡحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ ٱلطُّوفَانَ وَٱلۡجَرَادَ وَٱلۡقُمَّلَ وَٱلضَّفَادِعَ وَٱلدَّمَ ءَايَٰتٖ مُّفَصَّلَٰتٖ فَٱسۡتَكۡبَرُواْ وَكَانُواْ قَوۡمٗا مُّجۡرِمِينَ ﴿١٣٣﴾﴾ [سورة الأعراف:130-133].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پھلوں کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔ سن لو! ان کی نحوست تو اللہ ہی کے پاس ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ اور انھوں نے کہا تو ہمارے پاس جو نشانی بھی لے آئے، تاکہ ہم پر اس کے ساتھ جادو کرے تو ہم تیری بات ہر گز ماننے والے نہیں۔ تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

1- انہیں قحط سالیوں کے ذریعہ ان کی گرفت کی گئی جس میں انہیں خشکی اور قحط کا سامنا کرنا پڑا۔

2- پھلوں کی کمی کے ذریعہ ان کی گرفت کی گئی، چنانچہ زمین فصل دینا بند کر دی۔

3- ان پر طوفان بھیجا گیا جس نے تمام کھیتیاں تباہ کر دی۔

4- ٹڈیوں کی بارش برسائی گئی جس نے تمام خشک وتر ہڑپ کر لئے۔

5- ان پر جوئیں بھیجی گئیں۔

6- مینڈک اتارے گئے۔

7- اور خون کے عذاب میں مبتلا کیا گیا جو ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں ہوا کرتا تھا[1]۔

۸-عیسی علیہ السلام کے معجزے:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَنِّي قَدۡ جِئۡتُكُم بِـَٔايَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ أَنِّيٓ أَخۡلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيۡـَٔةِ ٱلطَّيۡرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيۡرَۢا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُبۡرِئُ

[1] دیکھیں: الرسل والرسالات، ڈاکٹر عمر الاشقر رحمۃ اللہ علیہ: ۱۲۸-۱۲۹

ٱلۡأَكۡمَهَ وَٱلۡأَبۡرَصَ وَأُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأۡكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لَّكُمۡ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿٤٩﴾ [سورة آل عمران:49].

ترجمہ: اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا، کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں، میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتادیتا ہوں، اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے، اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

وجود باری تعالی کی شرعی دلیلیں:

شرعی دلائل سے مراد وہ شرعی آیات ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا، ان میں:

توراۃ وانجیل، زبور، صحف ابراہیم اور ان تمام آسمانی کتابوں کو منسوخ کرنے والا قرآن مبین شامل ہے، نیز قرآن میں جو ایمانی آیات، توحید کے دلائل، ایمان کے حقائق، ہلاک شدہ اقوام کے قصے اور انبیاء کے معجزے ہیں، وہ بھی اللہ کی نازل کردہ آیتوں کے حصے ہیں۔

اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا:

رب کے معنی:

لغت میں رب کے معنی: مالک، سردار، کارساز، مربی، پالنہار اور منعم کے ہوتے ہیں[1]۔

---

[1] لسان العرب، مادۃ: ربب، یہ احمد بن یحی کا کلام ہے: ۱/ ۳۹۹

ابن الانباری[1] کہتے ہیں: "رب تین قسم کے ہوتے ہیں: رب جو مالک ہو، رب جو سردار اور بادشاہ ہو۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿فَيَسْقِي رَبَّهُۥ خَمْرًا﴾ [سورة يوسف: 41]. یعنی وہ اپنے مالک کو شراب پلائے گا۔ رب وہ جو مصلح ہو، کسی چیز کا رب اسے کہتے ہیں جو اسے درست کرے..."[2]۔

توحید: وحّد یوحّد کا مصدر ہے، جس کے معنی یکتائی اور انفرادیت کے آتے ہیں[3]۔

توحید ربوبیت کے معنی: اللہ تعالی کو اس کے تمام اَفعال واعمال میں یکتا ومنفرد سمجھنا، اس کو خالق ومالک، کارساز، رازق، زندگی اور موت دینے والا، آقا وسردار، اور قابل اطاعت تسلیم کرنا... اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا، بلکہ وہ تمام انسانوں کا محاسبہ کرنے والا ہے، اس کے تمام اوصاف کامل مطلق ہیں، اسی کے لئے ہر طرح کی عبادتیں لائق وسزاوار ہیں، وہی حقیقی معبود ہے، جو اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو حق ثابت کرتا ہے، خواہ مجرموں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

توحید ربوبیت کے سلسلے میں گزشتہ اقوام کا موقف:

اللہ عزوجل کی ربوبیت پر ایمان لانا انسان کی فطرت میں جاگزیں ہے، جس کا انکار کوئی سرکش اور متکبر انسان ہی کرسکتا ہے، اس کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ غافل دلوں کو بیدار کیا جائے اور ان کے

---

[1] ان کا نام عبد الرحمن بن محمد بن عبید اللہ الانصاری، اَبو البرکات کمال الدین الانباری ہے، ان کا شمار زبان وادب اور تاریخ کے ماہرین میں ہوتا ہے، وہ زہد پسند اور پاک دامن آدمی تھے... انہوں نے بغداد کی سکونت اختیار کی اور وہیں ان کی وفات ہوئی، دیکھیں: الأعلام: ۳/ ۳۲۷

[2] لسان العرب: ۱/ ۴۰۰-۴۰۱

[3] دیکھیں: الصحاح: ۶/ ۲۲۲۳، لسان العرب: ۳/ ۴۵۰، مادۃ: وحد، بصائر ذوی التمیز: ۵/ ۱۶۹-۱۷۰

اندر فطرت کی جوت جگائی جائے... مشرکین مکہ بھی توحید ربوبیت کے اقراری تھے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ قُلۡ مَن يَرۡزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أَمَّن يَمۡلِكُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَٰرَ وَمَن يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُۚ فَقُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ٣١ ﴾ [سورۃ یونس:31].

ترجمہ: کہہ دے کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے،، اللہ،، تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟۔

سلیمان علیہ السلام توحید کی اس عظیم ترین قسم کے ذریعہ خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں مذکور ہے: ﴿ أَلَّا يَسۡجُدُواْۤ لِلَّهِ ٱلَّذِي يُخۡرِجُ ٱلۡخَبۡءَ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَيَعۡلَمُ مَا تُخۡفُونَ وَمَا تُعۡلِنُونَ ٢٥ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ ۩ ٢٦ ﴾ [سورۃ النمل:25-26].

ترجمہ: تا کہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے۔

اسی سے یہ دلیل ملتی ہے کہ اللہ کی معرفت وآگہی انسان کی فطرت میں رچی بسی ہوئی ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل اور استدلال کی قطعی حاجت نہیں۔

توحید ربوبیت کے منکرین:

مشرکین مکہ نے توحید ربوبیت کا اقرار تو کیا لیکن ان کا یہ اِقرار نہ تو انہیں اسلام میں داخل کر سکا اور نہ ہی انہیں اللہ کے عذاب اور غیظ وغضب سے نجات دلا سکا ، اس لئے کہ انہوں نے توحید ربوبیت سے لازم آنے والی توحید الوہیت کا اعتراف نہیں کیا، اور غیر اللہ کی عبادت میں ملوث رہے۔ توحید ربوبیت کا انکار کسی انسان نے نہیں کیا، سوائے ان چند لوگوں کے جو محض سرکشی اور کبر وغرور کی بنیاد پر اپنی فطرت میں راسخ اس توحید کا انکار کر بیٹھے، تاہم ان کا بھی یہ انکار صرف زبانی تھا، ان کے دل کے نہاں خانے میں بھی اس کا اِقرار واعتراف موجود تھا۔

یہ ایسی توحید ہے جس کا اعراف تمام انسانوں کے دلوں میں راسخ اور موجزن ہے، اس کا انکار صرف چند سرکش اور متکبر لوگوں نے ہی کیا ہے، زبان سے انکار کرنے کے ساتھ خود وہ بھی دل کی گہرائی سے اس کے معترف رہے ہیں، مثال کے طور پر:

۱- فرعون۔

۲- مارکس اور لینن اور اس کے ہم مثل کمیونسٹ ملحدین۔

۳- بے دین اور دہریہ فلاسفہ، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا:﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ [سورة الجاثية:24].

ترجمہ: اور انھوں نے کہا ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی (زندگی) نہیں، ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔

۴-غالی قسم کے صوفیاء، انہوں نے اولیاء کے سلسلے میں غلو سے کام لیا اور اس زعم میں مبتلا رہے کہ وہ ہر قسم کے نفع ونقصان کے مالک ہیں، دنیا میں تصرف کی قدرت رکھتے ہیں اور ان کے پاس غیب کا بھی علم ہے[1]۔

وہ اقوام اور فرقے جنہوں نے توحید ربوبیت میں شرک کا ارتکاب کیا :

اصلی مجوس: وہ دو اُصول کے قائل ہیں: نور اور ظلمت، ان کا عقیدہ ہے کہ: نور ازل سے ہے اور تاریکی بعد میں پیدا ہوئی ہے۔

ثنویہ: دو ازلی اصولوں کے قائلین، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نور اور ظلمت دونوں ہی ازل سے ہیں۔

نصاری: جو عقدیہ تثلیث کے قائل ہیں، نصاری یہ نہیں مانتے کہ اس کائنات کے تین مالک ہیں جو ایک دوسرے سے جدا ہیں، بلکہ ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ تینوں حقیقت میں ایک ہی ہیں، وہ کہتے ہیں: باپ، بیٹا اور روح القدس ایک ہی معبود ہیں۔

قدریہ اور اس امت کی مجوسی: یہ فرقے درحقیقت توحید ربوبیت میں شرک کرتے ہیں، ان کے مذہب کو ماننے سے یہ لازم آتا ہے، کیوں کہ ان کا ماننا ہے کہ انسان اپنے اَفعال کا خود خالق ہے، گویا وہ ہر ایک مخلوق کے لئے اس صلاحیت کے قائل ہیں کہ وہ اپنے افعال کا خالق خود ہی ہے، جب کہ تخلیق صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَٱللَّهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُونَ ٩٦ ﴾ [سورة الصافات:96].

---

[1] دیکھیں: رسائل فی العقیدۃ للشیخ محمد ابراھیم الحمد: ۹۰۸/۳

ترجمہ: اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو۔

کوئی ایسی دلیل نہیں جو بندوں کے افعال کو اس آیت کے عموم سے خارج کرتی ہو[1]۔

ربوبیت کے دلائل:

جو انسان اس عظیم کائنات میں غور وفکر کرتا ہے، اس کی زمین وآسمان کی وسعت، بحر وبر کی کشادگی، کواکب اور ستاروں کی رمق میں تدبر کرتا ہے، وہ یقینی طور پر یہ جان جاتا ہے کہ اس کائنات کا وجود کسی موجد کے بغیر ممکن نہیں، ایسا موجد جو حیات اور قدرت والا ہے، جسے کوئی تبدیلی اور جدت لاحق نہیں ہوتی، اور وہ موجد رب عزیز وبرتر کی ذات ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿ ۞ أَفِي ٱللَّهِ شَكّٞ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ يَدۡعُوكُمۡ لِيَغۡفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمۡ ﴾ [سورة إبراهيم:10].

ترجمہ: کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے، جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے لیے تمہارے کچھ گناہ بخش دے۔

آسمان وزمین کی تخلیق میں ربوبیت الہی کے دلائل:

اس میں کوئی شک نہیں کہ آسمان وزمین کی خلقت ربوبیت الہی کے عظیم ترین دلائل میں سے ہے، اگر ہم آسمان میں ہی غور کریں تو ہمیں تخلیق کا بلند وبالا منظر نظر آتا ہے جس میں کوئی خلل اور کجی نہیں، اسے اللہ نے بلا کسی ستون کے بلند کیا ہے، ستاروں سے اسے زینت بخشی ہے، اور ان ستاروں کو آسمان کے لئے روشن قندیل بنادیا ہے:

---

[1] دیکھیں: رسائل فی العقیدۃ للشیخ محمد ابراہیم الحمد: ۳/۹۰۸

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلْفُلْكِ ٱلَّتِي تَجْرِي فِي ٱلْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلْمُسَخَّرِ بَيْنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾﴾ [سورة البقرة:164].

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے آسمان کی تخلیق کا ذکر اس لئے کیا ہے تاکہ بندوں کو اپنی وحدانیت اور تمام مخلوقات کے بجائے اپنی منفرد الوہیت پر متنبہ کرے [1]۔

- یہ زمین جس پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں، یہ اللہ کی ایک الگ نشانی ہے، خالق عزیز وبرتر کی بے مثال ایجاد اور اس کی ربوبیت کی دوسری دلیل ہے، اللہ نے تمام مخلوقات کے لئے اسے جائے قرار سکونت بنایا ہے، انسانوں کے لئے اسے مسخر فرمایا ہے، پھر اللہ کی حکمت کا تقاضہ یہ ہوا کہ پہاڑوں کو اس کے لئے میخیں بنادے، اگر اللہ نے اس یہ پہاڑ نہ بنایا ہوتا تو ہمارا مشاہدہ کہتا ہے کہ یہ زمین یوں ٹھہر نہ پاتی، بلکہ کشتی کی طرح تیر رہی ہوتی اور اس پر کوئی عمارت اور مخلوق ٹھہر نہ پاتی۔

---

[1] جامع البیان لابن جریر: ۲/ ۶۲

- آپ غور فرمائیں کہ کس طرح اس زمین کو مٹی کے خمیر سے پیدا کیا گیا ہے، سونے، چاندے اور ہیرے جواہرات ..... یا کسی دیگر بیش بہا مادے سے نہیں بنایا گیا.... کیوں کہ اگر وہ کسی دوسری قیمتی دھات اور مادہ سے بنی ہوتی تو انسان اور حیوان کی ضرورتیں اس سے پوری نہ ہو پاتی[1]۔
- غور کریں کہ رب تعالی نے اس کے اندر کتنے بیش بہا خزانے پیوست کر رکھے ہیں جن سے انسان اپنی ضروریات زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے، ان میں سب سے اہم چیز پٹرول ہے جو زمین کے شکم سے ٹن کے ٹن مقدار میں نکلتی ہے۔
- آپ ان چشموں کے بارے میں بھی غور وفکر کریں جن کے سوتے زمین کے اندر سے اس طرح پھوٹتے ہیں کہ اس کی حقیقت سے اللہ ہی واقف ہے، ساتھ ہی آپ ان چشموں کے گرد زمین کے دوسرے حصوں پر غور کریں، وہ یکساں نظر آنے کے باوجود باہم مختلف ہیں، ان میں کچھ کاشت کاری اور جانوروں کے چرنے کے لئے مناسب ہے تو کچھ بنجر ہے جو نہ تو پودے اگا سکتی ہے اور نہ اس پر سبزہ نکل سکتا ہے[2]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کے دلائل ہیں اور اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا سچا حق دار نہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾﴾ [سورة يونس:3].

ترجمہ: وہی اللہ تمہارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

---

(1) دیکھیں: التبیان فی اقسام القرآن لابن القیم: ۱۸۶

(2) دیکھیں: سابق مرجع: ۱۷۶، مفتاح دار السعادة لابن القیم: ۱/۲۲۱

نیز اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي ٱللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ ﴾[سورۃ ابراھیم:10].

ترجمہ: ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے، جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے لیے تمہارے کچھ گناہ بخش دے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں میں اس کی وضاحت کی گئی ہے جن کا ذکر یہاں طول کلامی کا باعث ہو گا، ان تمام آیتوں سے یہ پتہ چلتاہے کہ آسمان وزمین اللہ کی بڑی تخلیق ہیں، اور اللہ نے ان کے اندر بڑی بڑی نشانیاں اور معجزے پیدا فرمائے ہیں جو رب تعالی کی ربوبیت پر دال ہیں۔

۲-امور کائنات کی تدبیر:

فرمان الہی ہے: ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ إِذْنِهِۦ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ ﴾ [سورة يونس:3].

ترجمہ: بے شک تمہارارب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمہارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

اس کائنات کے معاملات کی تدبیر اللہ تعالی کی خیرہ چشم اور حیرت انگیز نشانیوں میں سے ہے، آخر کس نے سورج کو اس پر مسخر کیا کہ وہ صبح کو طلوع ہو اور شام کو غروب ہو جائے؟ کس نے چاند کو خاص دائرے میں جاری کیا جس سے وہ ایک انگشت برابر بھی نہیں نکلتی؟ کس نے اجرام فلکیہ کو اس پر اسرار طریقے سے جاری وساری کیا کہ ان کی ماہیت و کیفیت سے خالق کے علاوہ کوئی باخبر نہیں؟

کس نے زندگی وموت دی؟ کس نے عدم سے وجود بخشا؟ کون ہے جو کسی کو امیر تو کسی کو فقیر بناتا ہے؟ کس نے آسمان سے بارش برسایا اور اس سے مردہ زمین کو زندگی بخشی؟ کس نے زمین کی کوکھ سے ہمارے لئے مختلف رنگوں کے پھل اگائے جب کہ سارے پھلوں کی مٹی اور کھاد یکساں ہوتے ہیں؟ کون ہے جو آسمان وزمین کی تدبیر کرتا ہے؟... بلاشک وشبہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات ہے، کوئی کام اسے کسی دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا، بلکہ ہر چیز اس کے احاطہ علم میں ہے، اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى رَفَعَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ۖ وَسَخَّرَ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ يُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لَعَلَّكُم بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۝٢﴾ [سورة الرعد:2].

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، جنہیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔

امام شوکانی (يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ) کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ایک قول یہ ہے کہ: ہر ایک امر کو دنیا میں بھیجتا اور نازل کرتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ: اس کا حکم دیتا اور اسے نافذ کرتا ہے، تدبیر، دبر سے ماخوذ ہے، امر سے مراد حالت وکیفیت ہے، جس کا مطلب ہے کہ آسمان وزمین کی ملکیت، عرش اور تمام تر مخلوقات کے اَحوال کی تدبیر اللہ ہی کرتا ہے۔"[1]۔

جب رب عزیز وبرتر ہی دنیا اور زندگی کے تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے تو اُمور آخرت کی تدبیر کا حق بھی اسی ذات کو ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا، کتابیں نازل

(1) فتح القدير للشوکانی: ۲/۴۲۳

کیں، شریعتیں اتاریں، اس لئے اللہ کے علاوہ کوئی اور ذات ان عظیم الشأن معاملات کی تدبیر کرنے کا استحقاق نہیں رکھتا۔

۳- سورج اور چاند کی تخلیق:

- سورج اور چاند کی تخلیق ایک مستقل نشانی اور ربوبیت الٰہی کی ایک بڑی دلیل ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلشَّمْسَ ضِيَآءً وَٱلْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُۥ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا۟ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾﴾ [سورة يونس:5].

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔

- سورج اور چاند کے اندر ایک واضح نشانی یہ بھی رکھی گئی ہے کہ سورج ایک خاص طریقہ سے طلوع اور غروب ہوتا ہے، اسی طرح چاند بھی نہایت ہی دقیق نظام سے چلتا ہے، نہ تو- طلوع ہونے میں- اپنے وقت سے کبھی تاخیر کرتا ہے اور نہ ہی کبھی بد نظمی کا شکار ہوتا ہے۔
- آپ غور کریں کہ اگر دن لمبا ہو جائے اور سورج غروب نہ ہو تو کیا صورت حال ہوگی، اسی طرح اگر رات لمبی ہو جائے اور سورج طلوع ہی نہ ہو تو کیا ماجرا ہوگا، اگر دن ٹھہر جائے تو سورج کی تپش سے زمین کے سارے پودے جھلس جائیں گے، اور اگر رات ٹھہر جائے تو زمین کی ساری چیزیں انجماد کا شکار ہو جائیں گی[1]۔

---

(1) دیکھیں: العلم یدعو للایمان- اکریسی موریسون: ۵۵، اللہ جل جلالہ- سعید حوی: ۴۰

۴-رات اور دن کی گردش:

رات اور دن کی گردش اور دونوں کا ایک دوسرے کے بعد آنا سماعت وبصارت اور زندہ دل والوں کے لئے بڑی نشانی ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن عظیم میں بہت سی آیات کے اندر مختلف پیرائے میں بکثرت اس کا ذکر فرمایا ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ فِي ٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَتَّقُونَ ٦﴾ [سورة يونس:6].

ترجمہ: بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقینا ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔

- غور کرنے کا مقام ہے کہ کس طرح اللہ سبحانہ وتعالی نے رات کو سکون کا باعث بنایا ہے، جس میں تمام مخلوقات سکون حاصل کرتی ہیں، دن کو ان کے لئے زمین میں پھرنے اور تلاش رزق کے لئے تگ ودو کرنے کے لئے بنایا ہے، اگر اللہ تعالی رات کے بغیر ہمیشہ دن کو ہی باقی رکھتا تو- بے چینی وبے قراری- کی کیا حالت ہوتی؟
- غور کریں کہ اگر اللہ تعالی قیامت تک کے لئے صرف رات کو ہی قائم رکھتا تو ہماری حالت کیا ہوتی؟ تاریکی پورے عالم میں چھائی ہوتی اور ہمارے تمام معاملات زندگی معطل ہو جاتے، اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اس آیت کے اندر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلۡ أَرَءَيۡتُمۡ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكُمُ ٱلَّيۡلَ سَرۡمَدًا إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ مَنۡ إِلَٰهٌ غَيۡرُ ٱللَّهِ يَأۡتِيكُم بِضِيَآءٍۚ أَفَلَا تَسۡمَعُونَ ٧١ قُلۡ أَرَءَيۡتُمۡ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكُمُ ٱلنَّهَارَ سَرۡمَدًا إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ مَنۡ إِلَٰهٌ غَيۡرُ ٱللَّهِ يَأۡتِيكُم بِلَيۡلٖ تَسۡكُنُونَ فِيهِۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ ٧٢﴾ [سورة القصص:71-72].

ترجمہ: کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رات دن کا یہ نظام اللہ عزیز وبرتر کی ربوبیت کی ایک عظیم نشانی ہے[1]۔

- ایک دوسری نشانی نیند ہے، جس کی نہ تو کوئی تفسیر بیان کر سکتا ہے، اور نہ ہی اس کی اصل حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، لیکن نیند کے بغیر زندگی بھی نہیں گزار سکتا، کیوں کہ علم طب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دن کے سونے اور رات کے سونے میں بڑا فرق ہے، کیوں کہ رات کے وقت سونے سے طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور شور وغوغا سے دور رہ کر انسانی جسم راحت وسکون حاصل کرتا ہے[2]۔
- ایک نشانی یہ بھی ہے کہ رات اور دن کے باہمی تعاون سے مخلوق کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، حالانکہ رات اور دن کا نظام گردش مختلف ہے، اور دونوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے، یہ سب پاک وبرتر خالق کی ربوبیت کے دلائل ہیں[3]۔

۵- آسمان وزمین کی مخلوقات:

یہ ایک الگ نشانی ہے کہ آپ آسمان وزمین کی کن مخلوقات کا احاطہ کر سکتے ہیں؟! اللہ فرماتا ہے:

---

[1] دیکھیں: مفتاح دار السعادة: ۱/ ۲۰۳

[2] دیکھیں: مع الطب فی القرآن: ۱۰۵-۱۰۶

[3] دیکھیں: فخر الدین رازی کی تفسیر: ۴/ ۲۱۵

﴿ قُلِ ٱنظُرُوا۟ مَاذَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِى ٱلْءَايَٰتُ وَٱلنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾ ﴾ [سورة يونس:101].

ترجمہ: کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔

پہلا نقطہ: آسمانی دلیلیں:

آسمان میں کے ستارے اور اجرام فلکیہ، بارش کا نظام، بجلی کی چمک، بادل کی گرج... اور ان کے علاوہ وہ تمام روشن نشانیاں جو اپنے خالق ومدبر سبحانہ وتعالی کے وجود پر دال ہیں، ان عظیم ستاروں پر ہی غور کریں، جس کا حجم زمین کے حجم سے ہزار گنا بڑا ہے، بلکہ زمین اس کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرہ کے برابر نظر آتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ستاروں کی یہ عظمت ان کے پاک خالق کی عظمت شان پر دلالت کرتی ہے[1]۔

ان روشن وتاباں ستاروں پر بھی غور کریں جن سے اللہ نے آسمان دنیا کو زینت بخشی ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا زَيَّنَّا ٱلسَّمَآءَ ٱلدُّنْيَا بِزِينَةٍ ٱلْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ ﴾ [سورة الصافات:6].

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ایک انوکھی زینت کے ساتھ آراستہ کیا، جو ستارے ہیں۔

یہ ستارے زینت تو ہیں ہی، ان کے ذریعہ لوگ بحر وبر کی تاریکیوں میں راہ یابی بھی کرتے ہیں، قبلہ کا رخ طے کرتے ہیں، اوران سے دیگر منافع بھی حاصل ہوتے ہیں، "یہ ستارے اپنی صفات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، کچھ سیارے متحرک ہیں تو کچھ جامد وساکت، جو ستارے ساکت وجامد

---

[1] دیکھیں: العقیدۃ فی اللہ– تالیف: ڈاکٹر عمر الأشقر: ۱۴۵

ہیں ان میں سے کچھ اپنے خاص دائرے میں ہوتے ہیں تو کچھ قطبین کے اندر، جامد ستاروں میں چمک نہیں ہوتی ہے جب کہ متحرک ستارے چمک دار ہوتے ہیں، کچھ بڑے حجم کے، روشن اور خیرہ چشم روشنی والے ہوتے ہیں تو کچھ چھوٹے حجم کے دھیمی روشنی والے[1]۔

آپ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے بارے میں بھی غور کریں جو چھوٹے چھوٹے قطرات کی شکل میں ہوتی ہے، جس پر وہ پڑے اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا، پھر وہی قطرات نہروں اور چشموں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جو شیریں اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں، بارش کی تخلیق میں ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اللہ نے اسے زندگی اور حیات کا باعث بنایا ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلۡنَا مِنَ ٱلۡمَآءِ كُلَّ شَيۡءٍ حَيٍّۚ أَفَلَا يُؤۡمِنُونَ ٣٠﴾ [سورة الأنبياء:30].

ترجمہ: اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، تو کیا یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اسی طرح اللہ نے بارش کو بندوں کے لئے رزق کا ذریعہ بھی بنایا ہے، اللہ عزیز وبرتر کا فرمان ہے:

﴿وَفِي ٱلسَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ وَمَا تُوعَدُونَ ٢٢﴾ [سورة الذاريات:22].

ترجمہ: اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔

یہ بھی ایک نشانی ہے کہ پانی سے بھرا ہوا بادل ہوا میں اڑتا پھرتا ہے، اور آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتا ہے اور جب حکم ہوتا ہے تو بارش بن کر زمین پر اتر آتا ہے، یہ ایک بڑی نشانی ہے، آپ غرو کریں کہ یہی پانی جب زمین پر آتا ہے تو پینے میں میٹھا اور شیریں محسوس ہوتا ہے، اور جب سمندر کے پانی سے ملتا ہے تو نمکین ہو جاتا ہے، یہ ایک حیرت انگیز نشانی ہے، کیوں کہ سمندر میں جانے کے بعد بھی اگر پانی میٹھا رہتا تو مچھلی اور دیگر پانی میں رہنے والی مخلوقات کے لئے جینا

(1) اکتب الحاشیۃ ھنا

دو بھر ہو جاتا، اس لئے کہ سمندر میں جو غلاظتیں ڈالی جاتی ہیں، میٹھے پن کی وجہ سے اس میں بدبو اور عفونت پیدا ہو جاتی، لہذا پانی کی نمکینیت اس میں رہنے والی مخلوقات اور دیگر منافع کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔ آپ بجلی کی کوند، بادل کی گرج اور ٹھنکے کی ٹھنک بھی ہم سے توجہ طلب کرتی ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى يُرِيكُمُ ٱلْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنشِئُ ٱلسَّحَابَ ٱلثِّقَالَ ﴿١٢﴾ وَيُسَبِّحُ ٱلرَّعْدُ بِحَمْدِهِۦ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِۦ وَيُرْسِلُ ٱلصَّوَٰعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَشَآءُ وَهُمْ يُجَٰدِلُونَ فِى ٱللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ ٱلْمِحَالِ ﴿١٣﴾ لَهُۥ دَعْوَةُ ٱلْحَقِّ ۖ وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَىْءٍ إِلَّا كَبَٰسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى ٱلْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَٰلِغِهِۦ ۚ وَمَا دُعَآءُ ٱلْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ ﴿١٤﴾﴾ [سورة الرعد:12-14].

ترجمہ: وہی ہے جو تمھیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور (بادل کی) گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں ڈال دیتا ہے جس پر چاہتا ہے، جب کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔ برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔

فکر و بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے والے کے لئے اس کے اندر بڑی نشانیاں اور عبرتیں موجود ہیں۔

دوسرا نقطہ: زمینی دلیلیں:

زمین کے اوپر نباتات کا اگنا، حیوان کا گزر بسر کرنا، سمندروں کا بہنا اور مختلف قیمتی دھاتوں کے کان کا بر آمد ہونا... یہ سب اللہ کی ربوبیت پر دلالت کرنے والی زمینی دلیلیں ہیں... آپ نباتات پر ہی غور کریں کہ اس کے اندر اللہ کی صناعیت اور کاریگری کے کتنے رازہائے سربستہ موجود ہیں، تمام نباتات کو ایک ہی پانی سے سینچا جاتا ہے، لیکن ان کے رنگ، شکل اور ذائقہ الگ الگ ہوتے ہیں، یہ انگور، یہ کھجور، یہ زیتون... سارے زمین سے نکلنے والے میوے ہیں، لیکن رنگوں اور شکلوں اور ذائقے میں سب منفرد خصوصیت کے حامل ہیں.... پاک ہے وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو کمال مہارت سے پیدا فرمایا[1]۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ قِطَعٞ مُّتَجَٰوِرَٰتٞ وَجَنَّٰتٞ مِّنۡ أَعۡنَٰبٖ وَزَرۡعٞ وَنَخِيلٞ صِنۡوَانٞ وَغَيۡرُ صِنۡوَانٖ يُسۡقَىٰ بِمَآءٖ وَٰحِدٖ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلَىٰ بَعۡضٖ فِي ٱلۡأُكُلِۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ٤ ﴾ [سورة الرعد:4].

ترجمہ: اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے، جنہیں ایک ہی پانی سے سیر اب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔

- اللہ نے جو نوع بہ نوع کے جانور پیدا کئے ہیں، ان پر غور فرمائیں، ان میں سے کچھ سواری کے کام آتے ہیں، تو کچھ دودھاری ہوتے ہیں، کچھ ہمارے لئے غذا بنتے ہیں، کچھ ہماری حفاظت او رنگہبانی کے کام کرتے ہیں، یہ اور ان جیسے بہت سے منافع ہیں جو ہمیں ان جانوروں سے حاصل

---

[1] دیکھیں: کتاب التوحید للشیخ عبد المجید الزندانی: ۱/ ۳۳

ہوتے ہیں، اور یہ سب ان کو پیدا کرنے والی بابرکت اور بلند مقام ذات کے وجود پر دلالت کرتے ہیں[1]۔

- آپ اس دودھ پر غور کریں جو پینے والوں کے لئے شیریں ذائقہ غذا کی شکل میں جانوروں کے تھن سے نکلتا ہے، حالانکہ وہ خون اور گوبر کے درمیان سے وجود پزیر ہو کر تھن میں اترتا ہے، پھر بھی اس کا رنگ خون اور گوبر سے الگ اور اس کی صفت ان دونوں سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَإِنَّ لَكُمْ فِي ٱلْأَنْعَٰمِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِۦ مِنۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشَّٰرِبِينَ ﴿٦٦﴾ ﴾ [سورۃ النحل:66].

ترجمہ: اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپائوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور خون کے درمیان سے تمہیں خالص دودھ پلانے کے لیے دیتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔

- سمندروں اور نہروں اور چشموں پر بھی غور وفکر کریں اور اللہ نے ان کی گہرائی میں جو پر اسرار عجوبے چھپا رکھے ہیں، ان پر بھی غور کریں، ان سمندروں نے کرۂ ارضی کے تقریبا تین چوتھائی کو اپنے احاطہ میں کر رکھا ہے، اگر اللہ نے اپنی قدرت سے پانی کو قبضہ میں نہ کیا ہوتا تو پوری روئے زمین کو سمندر کا یہ پانی غرق آب کر دیتا[2]، نیز آپ زمین اور اس کے دامن میں چھپے رازہائے سربستہ کے بارے میں بھی تامل کریں جن کی بعض تفصیلات گزشتہ سطور میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

---

[1] دیکھیں: مفتاح دار السعادۃ: ۱/ ۲۰۶

[2] دیکھیں: مفتاح دار السعادۃ: ۱/ ۲۰۴، سبعون برھانا: ۲/ ۲۷۲-۲۸۶

ان تفصیلات کو سامنے رکھنے کے بعد اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ آسمان وزمین کے یہ تمام دلائل اور معجزے اللہ تعالی کی ربوبیت اور اس کی عظمت شان پر دلالت کرتے ہیں۔

٦-سمندر میں کشتیوں کا تیرنا:

اللہ تعالی سورۃ ابراہیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي ٱلْبَحْرِ بِأَمْرِهِۦ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْأَنْهَٰرَ ﴿٣٢﴾﴾ [سورة إبراهيم:32].

ترجمہ:

نیز سورۃ شوری میں اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِ ٱلْجَوَارِ فِي ٱلْبَحْرِ كَٱلْأَعْلَٰمِ ﴿٣٢﴾﴾ [سورة الشورى:32].

ترجمہ:

یہ اللہ تعالی ایک عظیم نشانی ہے، ان مخلوقات کی اپنی خاص خصوصیات ہیں، جو انہیں سطح آب پر باقی رہنے کی صلاحیت بخشتی ہیں، اگر اللہ کی ودیعت کردہ ان خصوصیات میں کوئی تبدیلی آجائے تو کشتی پانی پر تیر نہیں سکتی، مثال کے طور پر پانی کی کثافت، ہوا کا دباؤ، پانی کی لہریں اور ہوا کے جھونکے، درجہ حرارت، اور ان جیسی دیگر ایسی خصوصیات جن کا ذکر سائنسی علوم کے ماہرین نے کیا ہے[1]۔

٧-ہوا کے جھونکے:

---

[1] دیکھیں: تفسیر الآیات الکونیۃ-ڈاکٹر عبد اللہ شحاتہ:٢١٧، طریق الایمان- سمیح عاطف:٥٩

فرمان الٰہی ہے: ﴿حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمۡ فِى ٱلۡفُلۡكِ وَجَرَيۡنَ بِهِم بِرِيحٖ طَيِّبَةٖ وَفَرِحُواْ بِهَا جَآءَتۡهَا رِيحٌ عَاصِفٞ وَجَآءَهُمُ ٱلۡمَوۡجُ مِن كُلِّ مَكَانٖ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ أُحِيطَ بِهِمۡ دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنۡ أَنجَيۡتَنَا مِنۡ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ٢٢﴾ [سورة يونس:22].

ترجمہ:

یہ ہوائیں جو دنیا کو اپنے وجود سے بھر دیتی ہیں، انہیں اللہ نے بڑی عظیم حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے پیدا فرمایا ہے، جو کہ ربوبیت الٰہی کی نشانی ہے۔

ہوا کی مختلف قسمیں ہیں جن کا ذکر اللہ نے مختلف مقامات پر بہت سی آیتوں میں فرمایا ہے، بلکہ اس کی اہمیت، اس کے اندر موجود عدیم المثال کاریگری اور کمال قدرت کے مظاہر کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض آیتوں میں اس کی قسم بھی کھائی ہے، ہوا کی ایک قسم وہ ہے جو کشتیوں کو سمندر میں چلاتی ہے، دوسری قسم وہ ہے جو پھلوں کو قوت دیتی کہ وہ شاخوں میں لٹک سکیں اور میوے بن کر ہمارے لئے باعث لذت دہن ہوں، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَأَرۡسَلۡنَا ٱلرِّيَٰحَ لَوَٰقِحَ فَأَنزَلۡنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَسۡقَيۡنَٰكُمُوهُ وَمَآ أَنتُمۡ لَهُۥ بِخَٰزِنِينَ ٢٢﴾ [سورة الحجر:22].

ترجمہ: اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو بادلوں کو پانی سے بوجھل بنا دیتی ہیں، پھر ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں اور اسے تمہیں پلاتے ہیں، اور زمین میں تم اسے جمع نہیں کرتے ہو۔

یہ ہوائیں جس طرح رحمت اور بشارت بن کر آتی ہیں، اسی طرح بسا اوقات عذاب اور سزا کے طور پر بھیجی جاتی ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَفِى عَادٍ إِذۡ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ ٱلرِّيحَ ٱلۡعَقِيمَ ٤١ مَا تَذَرُ مِن شَىۡءٍ أَتَتۡ عَلَيۡهِ إِلَّا جَعَلَتۡهُ كَٱلرَّمِيمِ ٤٢﴾ [سورة الذاريات:41-42].

ترجمہ: اور قوم عاد کے واقعہ میں بھی عبرت ہے، جب ہم نے ان پر ہر بھلائی سے خالی ایک ہوا بھیجی۔ جس چیز سے وہ ہوا گزر گئی اسے مانند ریزہ بنادیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہوا کی یہ متعدد قسمیں وجود باری تعالی کی عظیم نشانیاں ہیں۔

۸-رزق

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ قُلۡ مَن يَرۡزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أَمَّن يَمۡلِكُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَٰرَ وَمَن يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُۚ فَقُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾﴾ [سورة يونس:31].

ترجمہ: آپ پوچھیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام امور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ، تو آپ کہیے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔

اس کائنات میں رزق کا نظام اللہ کے وجود کی ایک بڑی نشانی ہے، آپ غور کریں کہ اللہ تعالی کس طرح مادر رحم میں جنین کو رزق بہم پہنچاتا ہے، ناف کی نلی کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔ جب وہ تاریکی کے ان تین پردوں سے باہر آتا ہے تو ماں کی چھاتی اس کے لئے میٹھے شفاف دودھ کا چشمہ بن جاتی ہے، جس کے اندر وہ تمام غذائی مواد پائے جاتے ہیں جن کی ضرورت انسانی جسم کو ہو سکتی ہے، جب اس کی جسمانی ساخت میں طاقت آتی ہے تو اس کے دانت نکل آتے ہیں، پھر اس کا جسم زمین سے نکلنے والی خیرات وبرکات سے غذا حاصل کرنے لگتا ہے، جس طرح اللہ نے انسانوں کے رزق کے لئے یہ نظام پیدا فرمایا ہے، اسی طرح سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیوں کو اور پہاڑوں کی کوکھ میں کیڑے مکوڑے تک کو رزق پہنچانے کا نظام بنایا ہے، بلکہ ان حشرات کو

بھی اللہ رزق فراہم کرتا ہے جنہیں ہم اپنی قوت بصیرت سے دیکھ بھی نہیں سکتے، اللہ نے ان کی جسمانی خلقت کے اعتبار سے انہیں غذا حاصل کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے، ان میں سے کچھ اپنی چونچ سے، تو کچھ اپنے پنجوں سے اور کچھ اپنے سونڈ کے ذریعہ غذا حاصل کرتے ہیں۔

۹-سماعت وبصارت کی تخلیق:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ قُلۡ مَن يَرۡزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أَمَّن يَمۡلِكُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَٰرَ ﴾ [سورة يونس: 31].

ترجمہ: آپ پوچھئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے۔

اللہ نے ان دو حس –سماعت وبصارت– کے اندر اتنی حکمتیں پیدا کی ہیں کہ وہ اپنے آپ میں ایک دنیا ہے، کان اور آنکھ کے اندر اللہ کی صنعت وکاریگری کے اتنے باریک اور عجیب مظاہر موجود ہیں کہ انسانی ذہن ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں یہ تعبیر وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالی ہی ان دونوں حواس کا مالک ہے، جب کہ اللہ تو ہر ایک چیز کا مالک ہے، چنانچہ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ انسان ان دو حواس سے ہی سیکھتا اور علم حاصل کرتا ہے، یہ دونوں حس انسانی جسم کے نمایاں ترین حواس میں سے ہیں، ان کے بغیر علم وآگہی کی منزلیں طے نہیں کی جاسکتیں، گو کہ یہ دونوں حواس انسان کی فضیلت کا سبب اور اس کی علمی وفنی ترقی کا راز ہیں، تاہم یہ دونوں حواس بھی اللہ ہی کی ملکیت میں اور اسی کے زیر تصرف ہیں، اور وہ انہیں سلب کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے[1]۔

---

[1] دیکھیں: التفسیر الکونی للقرآن: ۱۱/ ۱۰۰

۱۰-زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالنا:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿أَمَّن يَمۡلِكُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَٰرَ وَمَن يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۚ﴾ [سورة يونس:31].

ترجمہ: یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام امور کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

اس کائنات کا یہ ایک اور مظہر ہے، جس سے ہم مانوس بھی ہیں، ہم اس منظر کا اپنی نگاہوں سے بارہا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہمارے سامنے کثرت سے اس کے نمونے پیش آتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کے تئیں ہمارا احساس پژمردہ سا ہو گیا ہے، اور اس میں موجود اللہ کی ربوبیت اور عظمت شان کی دلیلوں کا ادراک ہمارے اندر کمزور ہو گیا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالنا اور مردہ کو زندہ سے نکالنا ایک ایسا الہی عمل ہے جس کے دامن میں عبرت ونصیحت کا ایک بحر بے کراں پنہاں ہے، مفسرین اس آیت کی تفسیر وتوضیح میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا ایک معنی یہ ہے: زندہ انسان کو نطفہ سے اور نطفہ کو زندہ انسان سے وجود میں لانا، اسی طرح زندہ پرندہ کو انڈے سے وجود بخشنا اور انڈے کو زندہ پرندہ کے شکم سے وجود میں لانا۔

دوسرا معنی یہ ہے: مومن کو کافر سے وجود میں لانا اور کافر کو مومن سے سے وجود بخشنا، مومن زندہ انسان کے درجے میں ہے، جب کہ کافر مردہ کی درجے میں۔

تیسرا معنی یہ ہے: مردہ بیج سے زندہ پودہ کو وجود میں لانا[1]۔

---

(1) دیکھیں: زاد المسیر: ۱/ ۳۷۰

زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالنا کائنات کے ان دلائل میں سے ہے جو ہیں رب تعالی کی وحدانیت اور تخلیق اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اس کی قدرت کو بیان کرتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ کائنات کے یہ دلائل رب تعالی کے وجود اور اس کی ربوبیت پر گواہ ہیں، جس کا انکار کوئی ملحد ہی کر سکتا ہے، کیوں کہ حیوانات بھی اس کی گواہی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ہدہد کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ تعالی کی توحید کو ثابت کرنے کے لئے کس طرح یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اللہ ہی آسمان وزمین سے ایک پوشیدہ چیز پانی کو وجود میں لاتا ہے۔

اللہ پاک وبرتر کی الوہیت پر ایمان لانا:

الوہیت آلہ، اِلاھۃ اور اُلوہۃ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی عبادت کے آتے ہیں، اس کی جمع آلہۃ ہے، الہ سے مراد ہر وہ ذات ہے جس کی حق کے ساتھ عبادت کی جائے جو کہ اللہ عزیز وبرتر کی ذات ہے ، یا اس کی ناحق عبادت کی جائے جیسے خود تراشیدہ بت اور صنم اور وہ تمام معبودان باطلہ جن کی ناحق عبادت کی جاتی ہے[1]۔

ایک قول کے مطابق الوہیت ولاہ سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ لاہ یلوہ سے ماخوذ ہے، اس کے اشتقاق کے سلسلے میں اور بھی کئی اقوال ہیں[2]۔ سب سے معتمد پہلا قول ہی ہے۔

توحید الوہیت کا شرعی معنی یہ ہے کہ:(عبادت صرف اللہ کی کی جائے)(تمام عبادتوں کو صرف ایک اللہ لاشریک لہ کے لئے خالص کیا جائے)۔

عبادت:" ایک ایسا جامع اسم ہے جس میں وہ تمام ظاہری وباطنی اقوال واعمال شامل ہیں جو اللہ کو محبوب اور پسند ہیں"[3]۔ اس لئے اللہ کے سوا کسی کو نہیں پکارا جائے، اس کے علاوہ کسی سے مدد نہ طلب کی جائے، اس پر بھروسہ کیا جائے، اس کے لئے ہی خون بہایا جائے، صرف اس کی اطاعت بجالائی جائے، اور اسی سے ساری امیدیں قائم رکھی جائیں... الخ۔

یہی لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں، یعنی: اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

---

[1] دیکھیں: لسان العرب: ۱۳/ ۴۶۷، مادہ: آلہ، القاموس المحیط: ۱۶۰۳

[2] دیکھیں: مفردات فی غریب القرآن للراغب: ۲۱-۲۲

[3] العبودیۃ لابن تیمیۃ: ۴، مجموع الفتاوی: ۱۴/ ۳۷۸-۳۸۰، بدائع الفوائد لابن القیم: ۱/ ۱۳۸

اسی کا نام توحید طلبی، توحید قصد وارادہ اور توحید علمی ہے جس کی وضاحت اللہ نے بہت سی آیتوں کے اندر فرمائی ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿١﴾ لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٢﴾ وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ﴿٣﴾﴾ [سورۃ الکافرون:1-3].

ترجمہ: کہہ دے اے کافرو !میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

توحید الوہیت کی اہمیت وفضیلت:

اللہ نے توحید الوہیت کی خاطر رسولوں کو بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا، ہر وہ نبی جسے اپنی قوم میں مبعوث کیا گیا، انہوں نے اللہ عز وجل کی توحید کی طرف بلایا اور شرک سے ڈرایا، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾﴾ [سورۃ المؤمنون:23].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟

تمام انبیاء ورسل نے اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دی، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ [سورۃ الأنبیاء:25].

ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔

توحید الوہیت کی خاطر انبیاء اور ان کی اقوام کے درمیان رسہ کشی رہی، اسی کی خاطر کتابیں نازل ہوئیں، مشرکین اور ملحدین کے خلاف شمشیر بے نیام کی گئی، اور اسی کی خاطر جنت اور جہنم کو وجود میں لایا گیا، کفار و مشرکین نے اس توحید کا انکار کیا اور توحید ربوبیت کا اعتراف کرنے کے باوصف توحید الوہیت کو ماننے سے منحرف رہے، یہی وجہ ہے کہ توحید ربوبیت کا اقرار انہیں کوئی کام نہ دے سکا، انجام کار وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار پائے۔ العیاذ باللہ

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ ﴾ [سورة یونس:18].

ترجمہ: اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انہیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

دنیا و آخرت کے مصائب کو دور اور عقاب و عذاب کو دفع کرنے کا عظیم ترین وسیلہ توحید ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں اس کا نمونہ موجود ہے، [توحید کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے ہر وہ موحد جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا][1]۔

---

[1] القول السدید شرح کتاب التوحید للشیخ عبد الرحمن السعدی:۵۷

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان ہو، اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے [1]۔ (یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سا لفظ استعمال کیا) اس وقت وہ دانے کی طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ نکلتا ہے [2]۔ (جب بندہ کے دل میں یہ توحید درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسے بالکلیہ جہنم سے محفوظ رکھتا ہے) [3]۔ اس کی دلیل صحیح بخاری و مسلم کی یہ روایت ہے، عتبان بن مالک الانصاری کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے "لا إلہ إلا اللہ" کہنے والے پر، اگر اس کا مقصد خالص اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو، دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔) [4]۔

- توحید الوہیت کے پاسدار کو دنیا اور آخرت میں مکمل ہدایت اور انتہائی امن و سکون حاصل ہوتا ہے۔

[1] امام نووی نے شرح صحیح مسلم: ۳/۳۷ میں لکھا ہے کہ: یہاں پر حیا الف مقصورہ کے ساتھ ہے، جس سے مراد بارش ہے، اسے حیات اس لئے کہا گیا ہے کیوں کہ اس سے زمین کو زندگی ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پانی سے یہ جلے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں گے اور ان کی اندر تراوت و تازگی آجائے گی، جس طرح بارش سے زمین میں تراوٹ و تازگی آجاتی ہے۔ واللہ اعلم

[2] صحیح بخاری: ۲۲، مسلم: ۱۸۴

[3] القول السدید شرح کتاب التوحید: ۵۷

[4] صحیح بخاری: ۴۲۵، صحیح مسلم: ۳۳

- موحد شخص نبی ﷺ کی شفاعت سے سرفراز ہوگا، حضرت ابوھریرۃ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (قیامت میں سب سے زیادہ میری شفاعت سے وہ شخص فیض یاب ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے "لا إله إلا الله" کہے گا۔)[1]۔
- توحید کی ایک اہم فضیلت یہ بھی ہے کہ تمام ظاہری وباطنی اقوال واعمال کی قبولیت اور کمال اور ان پر اجر وثواب کا حصول توحید ہی پر موقوف ہے، توحید میں جس طرح کمال اور اخلاص ہوگا اسی کے بہ قدر یہ اعمال بھی کامل قرار پائیں گے۔
- ایک فضیلت یہ ہے کہ توحید انسان کو مخلوق کی غلامی اور ان سے تعلق داری، خوف وامید اور ان کی خاطر کام کرنے جیسی چیزوں سے آزاد کر دیتا ہے، یہی حقیقی عزت اور بلند شرافت ہے، اس عزت وشرافت کے ساتھ وہ ایک اللہ کا بندہ بن کر زندگی گزارتا ہے، اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا اور نہ کسی سے خائف رہتا ہے، نہ کسی غیر سے لولگاتا ہے، اس طرح اس کی کامیابی اور فوزوکامرانی مکمل ہوجاتی ہے[2]۔

حدیث رسول میں اس توحید کی مکمل وضاحت کی گئی ہے، آپ ﷺ مشرکوں کو جس چیز کی طرف سب سے پہلے دعوت دیتے تھے وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت ہی تھی، معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ انہیں یمن بھیجا تو یہ نصیحت کی کہ: "تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب (عیسائی یہودی) ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے انہیں اللہ کی توحید کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اسے بھی ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی (جو

---

[1] صحیح بخاری:۹۹

[2] دیکھیں: القول السدید للسعدی: ۲۴، مباحث فی العقیدۃ–ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد بن احمد الطیار: ۵۰

صاحب نصاب ہوں گے) اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر۔ البتہ ان کی عمدہ چیزیں (زکوٰۃ کے طور پر لینے سے) پرہیز کرنا۔"[1]۔

حضرت معاذ ہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا: "اے معاذ! میں نے عرض کیا لبیک وسعدیک یارسول اللہ! فرمایا، تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا، اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اور فرمایا، اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا لبیک وسعدیک یارسول اللہ! فرمایا، تمہیں معلوم ہے کہ جب بندے یہ کر لیں تو ان کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا کہ بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے"[2]۔

یہ اور اس جیسی دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ توحید کا کیا مقام ومرتبہ ہے، اور یہ کہ توحید سب سے عظیم ترین عمل ہے اور اسی پر تمام اعمال کی صالحیت اور فساد کا دارومدار ہے[3]۔

---

[1] صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۷۳۷۲، ۱۳۳۱، ۱۳۸۹، صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۲۹۔ کتاب الایمان میں اس حدیث کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

[2] صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۶۹۳۸، ۷۰۱، ۱۲ اس روایت میں یہ اضافہ ہے: "حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میں یہ سنا کر خوش نہ کر دوں لوگوں کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مت سنا ان کو، ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں"۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۵۰، کتاب الایمان میں اس حدیث کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

[3] جب یہ معلوم ہو گیا اور ہمارے سامنے توحید کی اہمیت واضح ہو گئی اور یہ پتہ چل گیا کہ تمام رسولوں نے توحید ہی کی دعوت دی اور انبیاء کرام ہی لوگوں میں سب سے زیادہ توحید کے پاسدار تھے، یہ جاننے کے بعد ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ صوفیہ نے جو

توحید ربوبیت کو ماننے سے توحید الوہیت کا اقرار لازم آتا ہے اور توحید الوہیت، توحید ربوبیت کو شامل ہے:

پہلا نقطہ: کائنات کے وہ دلائل جو اللہ پاک وبرتر کے ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں:

گزشتہ صفحات میں اس بات کی تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے کہ آسمان وزمین کی خلقت، امور کائنات کی تدبیر، چاند وسورج کی تخلیق، دن اور رات کا پھرنا، سمندر میں کشتی کا تیرنا، حکم الہی سے ہواؤں کا چلنا، رزق، مردہ زندہ کو نکالنا اور زندہ سے مردہ کو نکالنا اور مخلوق کی ابتداء اور اس کی دوسری تخلیق اور ان سب کے علاوہ دنیا کے دیگر مظاہر اور جلوہ افروزیاں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ خالق وباری اور مصور کائنات ہی تمام تر عبادتوں کا تن تنہا حقدار ہے۔

توحید کو تین قسموں میں تقسیم کر رکھا ہے، وہ گمراہی ہے، پہلی توحید عوام کی توحید ہے جو شواہد سے صحیح ہوتی ہے، اس سے مراد توحید الوہیت ہے جس کی دعوت رسولوں نے دی، دوسری قسم خواص کی توحید ہے، یہ توحید حقائق سے صحیح ہوتی ہے، تیسری قسم خاص الخواص کی توحید ہے جسے حق تعالی نے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے اور اس کا حقدار حق تعالی کی ہی ذات ہے کیوں کہ اس توحید کے رتبہ کو کوئی نہیں پاسکتا، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی گمراہی کس قدر واضح ہے-اللہ کی پناہ- کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان کی توحید انبیاء ورسل کی توحید سے زیاد کامل ہوسکتی ہے، انبیاء کی اس توحید سے اکمل جس کی دلائل اور براہین موجود ہیں، جو واضح اور جلی ہے، جس پر انسانی فطرت اور بشری عقل دلالت کرتی ہے، اور ان سب سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ توحید کا سب سے عظیم ترین مرتبہ ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ دین کامل ہوچکا ہے اور نبی ﷺ کا پیغام آخری پیغام ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ ﴿٣﴾﴾ [سورة المائدة: 3].

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

کیا وجہ ہے کہ صوفیہ کی تقسیم کردہ توحید کی قسموں کو نبی ﷺ نے بیان نہیں کیا؟ اور ہم آخر کیوں اس کا علم رکھیں جب کہ ہمیں آپ ﷺ نے اس کی تعلیم ہی نہیں دی ہے، اس عقیدہ کی گمراہی وکجی کو سلف کی کتابوں میں پوری شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ دیکھیں: مدارج السالکین: ۳/ ۴۸۵ اور اس کے بعد۔

کائنات کے ان بڑے بڑے دلائل کا کوئی نہ کوئی موجد توضرور ہونا چاہئے جو واجبی طور پر موجود ہو، اور وہ ہے اللہ کی پاک وبرتر ذات، اس کے علاوہ کوئی خالق نہیں، وہی معبود ہے اور تمام تر عبادتوں کو تنہا مستحق ہے، اس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ ۚ قُلِ ٱللَّهُ يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٣٤﴾﴾ [سورة یونس:34].

ترجمہ: کہہ دے کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہو، پھر اسے دوبارہ بناتا ہو؟ کہہ دے اللہ ہی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بناتا ہے، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟

جن آیتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ توحید ربوبیت کے اقرار سے توحید الوہیت کا اقرار بھی لازم آتا ہے، ان میں اللہ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿ أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُرَكَآءَ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾﴾ [سورة یونس:66].

ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی بھی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے۔ وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

آفاق وانفس میں پھیلی ہوئی کائنات کی یہ دلیلیں رب تعالی کی الوہیت کی واضح ترین دلیل ہیں، اسی لئے جو انسان فطرت سلیمہ کا حامل ہو گا وہ ہر حال میں اللہ کو معبود اور رب ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا۔

یہی وجہ ہے کہ شرک اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، عبد بن مسعود کہتے ہیں: " میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے، پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔ "[1]۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ توحید ربوبیت کے اِقرار سے توحید کا اِقرار لازم آتا ہے، اور توحید الوہیت کے اندر توحید ربوبیت کا اِقرار شامل ہے، جس کا مطلب ہے کہ جو انسان اللہ کو رب، خالق اور رازق تسلیم کرتا ہے، اس کے اوپر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرے، کیوں کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو صفات کاملہ سے متصف ہو، اور وہ ذات صرف اللہ بلند وبرتر کی ذات ہے، رہی بات توحید الوہیت کے اندر توحید ربوبیت کے شامل ہونی کی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے، اس کے دل میں یہ عقیدہ ضرور راسخ ہو جاتا ہے کہ اللہ ہی پوری کائنات کا پالنہار، خالق، رازق اور مدبر بھی ہے[2]۔

توحید الاسماء والصفات کا مطلب:

---

(1) صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۴۲۰۷، ۴۴۸۳، ۵۶۵۵، ۶۴۲۶، ۷۰۹۴، اسے امام مسلم نے بھی عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۱۴۱

(2) دیکھیں: العبودیۃ: ۴۸، مدارج السالکین: ۱/ ۴۱۱، عقیدۃ التوحید فی القرآن لمحمد ملکاوی: ۱۲۲-۱۲۳

ان تمام اوصاف وشمائل پر حقیقی شکل میں، بغیر تشبیہ وتمثیل اور بلا تکییف وتعطیل اور تحریف کے ایمان لانا جن سے اللہ نے اپنی ذات کو قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ اپنی صحیح احادیث میں متصف کیا ہے۔

تحریف وتعطیل اور تشبیہ وتمثیل اور تکییف کے معانی:

تحریف کا معنی یہ ہے کہ: اسماء وصفات کے الفاظ یا معانی کو تبدیل کر دیا جائے۔

تعطیل کا معنی یہ ہے کہ: اللہ تعالی کے ذات سے صفات کو سلب کر لیا جائے یا ان کی نفی کی جائے۔

تکییف کا معنی یہ ہے کہ: اللہ کی صفات کی کیفیت بیان کی جائے، چنانچہ یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ: اللہ کیسے عرش پر مستوی ہوا؟ اللہ کا ہاتھ کیسا ہے؟ رب کا چہرہ کس طرح ہے؟ اور اس طرح کے دیگر اوصاف کا بھی یہی حکم ہے[1]۔

تشبیہ کا معنی یہ ہے کہ: اللہ کی کسی صفت کو مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ قرار دیا جائے، یا مخلوق کی کسی صفت کو رب کی کسی صفت کے مشابہ قرار دیا جائے۔

تمثیل کا معنی یہ ہے کہ: اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ہم مثل قرار دیا جائے[2]۔

اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا:

---

[1] دیکھیں: التنبیهات اللطیفة علی العقیدة الواسطیة، تالیف: امام عبد الرحمن بن ناصر السعدی، تعلیق: امام عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمهما اللہ تعالی، ص:۱۷-۱۸ مع اختصار وتصرف۔

[2] تیسیر لمعة الاعتقاد: ۳۴، تالیف: ڈاکٹر عبد الرحمن المحمود۔

توحید کی تیسری قسم یہ ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لایا جائے، توحید کی یہ قسم توحید عملی، اعتقادی اور خبری میں شامل ہے، توحید کی اس قسم کو جاننا اور اس پر ایمان لانا دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہونے اور بڑھنے کا ایک بڑا سبب ہے، نیز یہ ایمان میں اضافہ کا بھی سبب ہے[1]۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اللہ کی معرفت انسان کو اللہ کی محبت، اس کی خشیت، اس سے امید رکھنے، اور عمل کو اس کے لئے خالص کرنے پر آمادہ اور راغب کرتی ہے، یہ انسان کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے، اللہ کی معرفت وآگہی حاصل کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اس کے اسماء وصفات سے واقفیت اور ان اسماء وصفات کے معانی ومفاہیم سے آگاہی حاصل کی جائے، بلکہ ایمان کی حقیقت یہی ہے کہ انسان جس رب پر ایمان رکھتا ہے اس کی معرفت حاصل کرے، اور اس کے اسماء وصفات سے واقف ہونے کی پوری کوشش کرے، تاکہ اس کا ایمان یقین کے درجہ تک پہنچ سکے، بندہ جس قدر اپنے رب سے آگاہ ہوتا ہے اسی کہ بہ قدر اس کے اندر ایمانی قوت بھی پائی جاتی ہے، جس طرح اللہ کی معرفت اس کے اندر بڑھتی ہے اسی کے بہ قدر ایمان میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور معرفت میں کمی آتی ہے تو ایمان کا درجہ بھی کم سے کمتر ہوتا جاتا ہے، معرفت الٰہی حاصل کرنے کا سب سے قریب ترین اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن میں اللہ کے جو اسماء وصفات وارد ہوئے ہیں، ان پر غور وفکر اور تدبر سے کام لیا جائے[2]۔

اسماء الٰہی میں الحاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ان اسماء پر ایمان لانا واجب ہے، اس طرح ان پر ایمان لانے سے انحراف برتا جائے، اس کی کئی قسمیں ہیں:

---

[1] دیکھیں: مدراج السالکین: ۳/ ۱۷

[2] تفسیر سعدی: ۱/ ۲۴

اول: ان اسماء میں سے کسی اسم کا انکار کرے، یا وہ اسماء جن اوصاف اور احکام پر دلالت کرتے ہیں، ان کا انکار کرے، جس طرح جہمیہ اور ان جیسے اہل تعطیل نے کیا۔

دوم: ان اسماء سے ایسی صفات اخذ کرے جو مخلوق کی صفات سے تشابہ ہوں، جیسا کہ اہل تشبیہ نے کیا۔

سوم: اللہ کو ایسے نام سے موسوم کرے جس سے اللہ نے خود کو موسوم نہیں کیا ہے، جیسا کہ نصاری نے اللہ کو (اب یعنی والد) کے نام سے اور فلاسفہ نے (محرک اور کارگر عنصر) کے نام سے موسوم کیا۔

چہارم: اللہ کے اسماء سے بتوں اور اصنام کا نام اخذ کرے، جیسا کہ مشرکوں نے کیا، وہ یوں کہ العزی کا العزیز سے اور اللات کا نام الالہ سے اخذ کیا جیسا کہ ایک قول میں وارد ہوا ہے، اور ان سے اپنے بتوں کو موسوم کر دیا، اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے اسماء صرف اللہ کی ذات کے ساتھ ہی مختص ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ (١٨٠)﴾ [سورة الأعراف:180].

ترجمہ: اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔

الحاد اپنی تمام تر قسموں کے ساتھ حرام ہے، کیوں کہ اللہ نے ملحدوں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَذَرُوا۟ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِىٓ أَسْمَـٰٓئِهِۦ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ (١٨٠)﴾ [سورة الأعراف:180].

ترجمہ: ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

اسماء وصفات کے تعلق سے سلف کا منہج:

سلف صالح سے مراد اہل سنت والجماعت ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کے طریقہ واسوہ کے پیروکار رہے، وہ حق پر متفق رہے اور حق کی مخالفت نہیں کی، اسماء وصفات کے باب میں ان کا منہج وطریقہ یہ ہے کہ وہ تشبیہ وتعطیل کے درمیان متوسط طریقہ اختیار کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کے لئے اسماء وصفات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ اس میں تشبیہ وتمثیل، تمثیل وتعطیل اور تحریف کی آمیزش نہیں ہوتی ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ [سورة الشورى:11].

ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اللہ کے فرمان: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ﴾ میں اہل تشبیہ پر رد ہے، جب کہ رب کے فرمان: ﴿وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ میں معطلہ پر رد کیا گیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ﴿٤﴾﴾ [سورۃ الإخلاص:1-4]

ترجمہ: کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سلف نفی اور تنزیہ کے مقام پر تعطیل سے اور اثبات کے مقام پر تشبیہ سے اجتناب کرتے تھے۔

امام ذھبی نے یونس بن عبد الأعلی[1] سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا: "اللہ تعالی کے کچھ اسماء وصفات ہیں، ہر وہ آدمی جس کے اوپر حجت قائم ہو چکی ہو، اس کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ ان اسماء وصفات کو رد کرے"[2]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ: اللہ تعالی کو انہی اوصاف سے متصف کیا جائے جن سے اللہ اور رسول اللہ نے اللہ کو متصف کیا ہے، اس اثبات میں تحریف وتعطیل اور تکییف وتمثیل سے گریز کیا جائے، سلف صالحین اللہ کو ان اسماء حسنی اور صفات علیا سے متصف کرتے جن سے اللہ نے خود اپنی ذات کو متصف کیا ہے، وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ یعنی: (اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔) نہ تو صفات میں کوئی اللہ کا ہم مثل ہے اور نہ ہی ذات میں اور افعال میں[3]۔

اہل سنت والجماعت کے مخالفین کے دوگروہ ہیں:

---

[1] یونس بن عبد الأعلی، أبو موسی الصدفی، أبو حاتم نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے، اور سیرت نگاروں نے انہیں عقل ودانش اور حفظ وفہم سے متصف کیا ہے.... ابن حجر نے بھی ان کی توثیق کی ہے، ان کی وفات سنہ ۲۶۴ھ میں ہوئی (دیکھیں: میزان الاعتدال: ۴/ ۴۸۱) مزید دیکھیں: (التقریب: ۶۱۳)۔

[2] اسے امام ذھبی نے روایت کیا ہے (المختصر: ۱۷۷) امام ذھبی کہتے ہیں کہ: امام شافعی سے تواتر کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ وہ علم کلام اور متکلمین کی مذمت کرتے تھے اور أصول وفروع میں آثار کے شدید پیروکار تھے...۔

[3] مجموع الفتاوی: ۵/ ۲۵۷، مزید دیکھیں: ۵/ ۵۸-۵۹، نیز دیکھیں: معارج القبول: ۱/ ۳۶۲-۳۶۵

پہلا گروہ: اہل تشبیہ[1]: یہ لوگ بھی دو گروپ میں ہیں، پہلا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو اللہ کی ذات کو دوسروں کے مشابہ ٹھہراتے ہیں، دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ہم مثل ٹھہراتے ہیں۔

اس مذہب پر صرف غور کرنے سے ہی اس کی تردید اور شناعت واضح ہو جاتی ہے، کیوں کہ ان کے فہم وبصیرت میں صفات کا صرف وہی معنی ومفہوم ہے جو وہ مخلوق کی صفات کے بارے میں جانتے ہیں، جس کی بنیاد پر وہ مخلوق کو خالق کے ہم مثل قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالی اپنے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ١١﴾

ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالی کے لئے اعلی ترین مثال ہے۔

---

[1] ان سے مراد ہشام بن الحکم الرافضی کے اَصحاب ہیں، اس کی وفات مامون کے دوران خلافت سنہ ۱۹۰ میں ہوئی۔ ان کے مختلف فرقے ہیں: ایک فرقہ سبابیہ کے نام سے جانا جاتا ہے تو دوسرا بیانیہ کے نام سے جو بیان بن سمعان کے متبع ہیں، کوئی فرقہ مغیریہ کے نام سے تو کوئی منصوریہ کے نام سے، جب کہ ایک فرقہ خطابیہ اور ایک حلولیہ کے نام سے بھی مشہور ہے.... ان کے علاوہ بھی اور فرقے ہیں۔ دیکھیں: المقالات: ۲۰۹، الفرق بین الفرق: ۲۱۴-۲۱۹، الملل والنحل للشہرستانی: ۱/ ۱۰۳ اور اس کے مابعد، الأعلام: ۸/ ۸۵

دوسرا گروہ: اہل تعطیل: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی تعطیل کرتے ہیں، جیسے جہمیہ اور فلاسفہ[1] وغیر ھم[2]۔

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسماء کو ثابت تو کرتے ہیں لیکن صفات کی نفی کرتے ہیں، جیسے معتزلہ، اس باب میں ان کا شبہہ یہ ہے کہ صفات جو کہ ذات سے زائد چیز ہے، کو ثابت کرنے سے قدماء کا تعدد لازم آتا ہے اور ان کے نزدیک اس سے تشبیہ و تجسیم بھی لازم آتی ہے!.... کچھ اہل تعطیل بھی ایسے ہیں جو اسماء کے ساتھ بعض صفات کو بھی ثابت کرتے ہیں، اور بعض صفات کا انکار کرتے ہیں، جیسے جمہور اشاعرہ اور ماتریدیہ اور ان کے ہم مذہب فرقے[3]۔

اہل تعطیل کا مذہب بھی واقعہ میں اہل تشبیہ کے ہم مثل ہی ہے، کیوں کہ معطلہ پہلے تشبیہ دیتے ہیں، اس کے بعد انکار اور تعطیل کرتے ہیں، پھر اخیر میں ممتنعات اور جمادات سے تشبیہ دیتے ہیں، اس طرح یہ تمام فرقے ایک نقطہ پر آکر باہم مل جاتے ہیں[4]۔

---

[1] ان سے بہت سے فرقے مراد ہیں جن میں افلاطون اور ارسطو طالیس کے أصحاب ورفقاء، یونانی فلاسفہ اور سٹوئسزم (stoicism) کے پاسداران، یونانی حکمت کے علمبرداران اور اسلامی فلاسفہ شامل ہیں جیسے کندی، فارابی اور ان کے قائد ابن سینا، اسلامی فلاسفہ نے اپنے تمام تر فلسفوں میں ارسطو طالیس کا طریقہ اختیار کیا... آخرت کا انکار کیا.. صفات کی نفی کی ... اور بھی ان کے دیگر قابل مذمت آراء ہے۔ دیکھیں: الملل والنحل: ۱/ ۶۰، ۱۵۸ اور اس کے مابعد۔

[2] دیکھیں: الرسالۃ التدمریۃ لابن تیمیہ: ۱۳-۱۶، معارج القبول: ۱/ ۳۶۹-۳۷۳

[3] دیکھیں: الإرشاد للجوینی: ۷۷-۷۸، ارکان الایمان لوھبی سلیمان: ۳۶

[4] دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۵/ ۲۷

ایمان کا دوسرا رکن:

ملائکہ پر ایمان لانا

ملائکہ پر ایمان لانے کی اہمیت:

دین اسلام میں ملائکہ پر ایمان لانا ایمان کا ایک اہم رکن ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے، اور نبی ﷺ نے اپنی سنت میں اس کو بیان فرمایا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَـٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ﴾ [سورۃ البقرۃ:285].

ترجمہ: یہ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔

اس آیت میں اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان کے دیگر ارکان کے ساتھ فرشتوں پر ایمان لانے کو بھی اللہ کے رسول پر نازل فرمایا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اسے واجب قرار دیا، اور امت نے اس حکم پر عمل بھی کیا، اللہ تعالی دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ ۞ لَّيۡسَ ٱلۡبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ قِبَلَ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ وَلَـٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَٱلۡمَلَـٰٓئِكَةِ وَٱلۡكِتَـٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [سورة البقرة:177].

ترجمہ: نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو، لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے ۔

ان امور پر ایمان لانے کو اللہ نے نیکی کی دلیل ٹھہرایا ہے، نیکی اور بِرّ کے اندر ہر طرح کی خیر وبھلائی شامل ہے، کیوں کہ آیت میں مذکور تمام امور اعمال صالحہ کے اصول اور ایمان کے وہ ارکان ہیں جن سے ایمان کی دیگر تمام شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اللہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو انسان ایمان کے ارکان کا انکار کرتا ہے وہ کفر الہی کا مرتکب ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾﴾ [سورة النساء:136].

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناوہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔

ایمان کے مذکورہ ارکان کا انکار کرنے والے پر کفر کا اطلاق ہوا ہے[1]۔

ملائکہ کی تعریف:

ملائکہ کی اصل "مألک ہے، ہمزہ کی تقدیم کے ساتھ، جو کہ الألوک سے ماخوذ ہے، اس کے معنی پیغام کے ہوتے ہیں، پھر اس کلمہ میں قلب واقع ہوا اور لام مقدم ہو گئی، جس سے مألک ملاک میں تبدیل ہو گیا.... نیز مألک کا ہمزہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہو گیا اور ملک بن گیا، پھر جب اس کلمہ کی جمع بنائی گئی تو یہ ہمزہ لوٹ آئی، اور ملائکۃ اور ملائک اس کی جمع قرار پائی..."[2]۔ ایک

---

[1] أصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنۃ:۱۰۵، تالیف: عزت مآب شیخ صالح آل شیخ

[2] دیکھیں: الصحاح: ۴/ ۱۶۱۱

قول یہ بھی ہے کہ ملائکہ کی اصل: أَلک ہے[1]، جب کہ ایک قول کے مطابق اس کی اصل: ل أَک ہے[2]، یہ تمام کلمات رسالت اور پیغام سے مشتق ہیں۔

ملائکہ کی اصطلاحی تعریف:

ملائکہ، عالم غیب میں رہنے والی مخلوق ہے، وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ ہر حکم کی بجا آوری کرتے ہیں، انہیں مختلف شکل وصورت اختیار کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے، وہ اللہ کے معزز بندے ہیں، اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے اور آسمان میں بسایا ہے، وہ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں، جس پر ایمان رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، وہ عظیم صفات سے متصف ہیں اور انہیں بڑی بڑی ذمہ داریاں دی گئی ہیں[3]۔ اللہ تعالی نے ان کے اندر حکم الہی کی مکمل اتباع کرنے اور اسے روبہ عمل لانے کا جذبہ پیدا کیا ہے۔

ملائکہ پر ایمان لانے کے دلائل اور اس کے مقتضیات:

اللہ تعالی کے اس فرمان میں ملائکہ پر ایمان لانے کی دلیل موجود ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦۚ وَقَالُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۖ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ ٢٨٥﴾ [سورة البقرة: 285].

---

[1] دیکھیں: بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۵۲۴

[2] دیکھیں: سابق مرجع، النہایۃ فی غریب الحدیث: ۴/ ۲۵۹، لسان المیزان: ۱۰/ ۹۶

[3] دیکھیں: منہاج السنۃ: ۲/ ۵۳۳-۵۳۸، الایمان بالملائکۃ وأثرہ فی حیاۃ الأمۃ، تالیف: شیخ صالح الفوزان: ۵-۶

ترجمہ: یہ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

جو ان فرشتوں کا انکار کرتا ہے وہ قرآنی دلیل کی رو سے کافر ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾﴾ [سورة النساء:136].

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناً وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے درج ذیل تقاضے ہیں:

پہلا تقاضہ: ان کے وجود کا ایمان رکھنا۔

دوسرا تقاضہ: یہ ایمان رکھنا کہ وہ اللہ کے معزز بندے ہیں، وہ کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔ اس سے اس عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے کہ ملائکہ اللہ عزیز و برتر

کی ذات سے وجود میں آئے ہیں، یا یہ کہ ملائکہ سے مراد متحرک اور فعال عقل ہے۔ اللہ تعالی ظالموں کی افترا پردازی سے بہت ہی بالاتر اور بے نیاز ہے۔

تیسرا تقاضہ: اجمال اور تفصیل کے ساتھ ان پر ایمان لانا ہے، تمام فرشتوں پر مجملا ایمان رکھنا ہے، تاہم جن کا ذکر کتاب اللہ اور صحیح وثابت سنت رسول اللہ ﷺ میں آیا ہے، ان پر تفصیلی ایمان رکھنا ہے، مثلا جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، جنت کے خازن رضوان، جہنم کے خازن مالک، حاملین عرش اور ملک الموت[1]۔

چوتھا تقاضہ: ان کی جو صفات وارد ہوئی ہیں، ان پر ایمان لایا جائے، بر سبیل مثال:

ا-وہ نور سے پیدا ہوئے ہیں، وہ بھاری بھر کم جسامت کے مالک ہیں، ان کے کئی کئی پر ہوتے ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ جَاعِلِ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا أُوْلِيٓ أَجۡنِحَةٖ مَّثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَۚ يَزِيدُ فِي ٱلۡخَلۡقِ مَا يَشَآءُۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ١﴾ [سورة فاطر: 1].

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ (مخلوق کی) بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو ملائکہ عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں۔ جیسے کسی صاف چکنے پتھر پر زنجیر کے (مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے) اور علی بن عبد اللہ المدینی نے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ کے سوا اور

---

[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "ملک الموت کا ذکر قرآن اور صحیح احادیث میں صراحت کے ساتھ نہیں آیا ہے، لیکن بعض آثار میں عزرائیل کے نام سے ان کا تذکرہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم" البدایۃ والنہایۃ: ۱/ ۴۲

راویوں نے "صفوان"(صاف چکنا پتھر) کے بعد "ینفذھم ذلک "(جس سے ان پر دہشت طاری ہوتی ہے) کے الفاظ کہے ہیں۔ پھر اللہ پاک اپنا حکم فرشتوں تک پہنچا دیتا ہے، جب ان کے دلوں پر سے ڈر جاتا رہتا ہے تو دوسرے دور والے فرشتے نزدیک والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا۔ نزدیک والے فرشتے کہتے ہیں: بجا ارشاد فرمایا اور وہ اونچا ہے بڑا ہے "[1]۔

۲-ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ ان کے اندر عبادت کی قوت رکھی گئی ہے، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ذکر ہوا ہے:﴿ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ ٢٠ ﴾ [سورۃ الأنبياء:20].

ترجمہ: وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔

3-ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ خوب رو، بارونق اور حسین منظر ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جبرئیل کی توصیف کرتے ہوئے کہا۔ یہ بھی ان کی صفت ہے کہ وہ مختلف رنگ وروپ اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، جیسا کہ ابو ھریرہ سے مروی حدیث جبرئیل میں ہے کہ: ایک روز نبی ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے پھر جواب دیا کہ اسلام

---

[1] اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۴۷۰۱، ۴۸۰۰، ترمذی نے اپنے سنن میں روایت کیا ہے: حدیث نمبر: ۳۲۲۳ امام ترمذی کی روایت میں اخیر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "شیطان آپس میں ایک دوسرے کے کندھے پر چڑھے ہوتے ہیں"۔

یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ فرض ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں تمہیں اس کی نشانیاں بتلا سکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیہاتی لوگ ترقی کرتے کرتے) مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔ (یادرکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہو گی (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس بلا کر لاؤ۔ لوگ دوڑ پڑے مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے"[1]۔

آپ کے پاس حضرت جبرئیل ایک دیہاتی کی شکل میں بھی آئے، بعض دفعہ آپ کی خدمت میں دحیہ کلبی کی شکل میں آتے[2]، اس کا ثبوت اس حدیث میں بھی ہے جس میں تین قسم کے بنی اسرائیل کا قصہ ذکر ہوا ہے، ایک گنجا، دوسرا برص کی بیماری میں مبتلا اور تیسرا نابینا، ان میں سے ہر ایک کے پاس اللہ نے ایک فرشتہ کو انسان کی شکل میں بھیج کر ان کی آزمائش کی[3]۔ نیز اس

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۵۰، ۴۴۹۹، نیز امام مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کیا ہے۔ اس معنی کی اور بھی دیگر احادیث ہیں۔

[2] جیسا کہ امام احمد کی روایت کردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ مسند احمد: ۶/ ۱۴۱-۱۴۲

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۳۲۷۷، امام مسلم نے اسے کتاب الزھد میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۲۹۶۴۔

حدیث سے بھی اس کی دلیل فراہم ہوتی ہے جس میں مریم علیہا السلام کے پاس اللہ کا فرشتہ بھیجنے کا ذکر ہے، نیز لوط علیہ السلام کے پاس بھی جو فرشتے آئے وہ بھی خوب رو اور حسین وجمیل نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتے بھی انسانی شکل میں ہی تھے، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَٰهِيمَ بِٱلْبُشْرَىٰ قَالُوا۟ سَلَٰمًا﴾ [سورۃ ھود:69].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے، انھوں نے سلام کہا۔

۴- ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ انسانوں کو لاحق ہونے والی بھوک، بیماری، تھکاوٹ، نیند اور نکاح کی حاجت سے پاک اور منزہ ہیں۔

۵- ایک صفت یہ ہے کہ جس طرح انسان کو موت آتی ہے اسی طرح فرشتے بھی مرتے ہیں[1]۔

٦- ان کے اوصاف میں سماعت وبصارت، بات چیت کی صلاحیت، ہاتھ، پاؤں، چڑھنے اترنے کی صلاحیت، علم اور حیاء بھی شامل ہیں، ان کا بسیرا آسمان ہے، لیکن وہ حکم الٰہی سے زمین پر بھی اترتے ہیں.... ان سب کے علاوہ بھی ان کے بہت سے اوصاف ہیں[2]۔

پانچواں تقاضہ: ملائکہ کو جن اعمال کا مکلف بنایا گیا ہے، ان پر ایمان لانا، ایسے بہت سے بڑے بڑے اعمال ہیں جن کا انہیں مکلف بنایا گیا ہے، ان میں سے اہم یہ ہیں:

۱- انبیاء پر وحی نازل کرنا:

---

[1] دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۴/۲۵۹-۲٦۰

[2] تفصیل کے لئے دیکھیں: مختصر معارج القبول

ملائکہ ہی انبیاء ورسل پر وحی لے کر نازل ہوتے ہیں، اللہ فرماتا ہے:﴿ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُۥ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ﴾ [سورة مريم:64].

ترجمہ: اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم کے ساتھ۔ اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب کبھی کسی طرح بھولنے والا نہیں۔

نیز اللہ کا فرمان ہے:﴿ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ ﴾ [سورۃ الشعراء:193-195].

ترجمہ: جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔

اللہ ارشاد فرماتا ہے:﴿ يُنَزِّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦٓ أَنْ أَنذِرُوٓا۟ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ ﴿٢﴾ ﴾ [سورة النحل:2].

ترجمہ: وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ خبردار کر دو کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ سے ڈرو۔

صحیح بخاری میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ: "آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو ایسی آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار، وہ مجھ پر نہایت سخت ہوتی ہے، پھر موقوف ہو جاتی ہے جبکہ میں یاد کر لیتا ہوں اور کبھی ایک فرشتہ آتا ہے مرد کی صورت میں اور جو وہ کہتا ہے اس کو یاد کر

لیتا ہوں"۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ: میں نے سخت سردی کے موسم میں آپ پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھا، جب وحی موقوف ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہوتا"[1]۔

اس حدیث میں نزول وحی کی جو دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں، اکثر وبیشتر انہی صورتوں میں وحی نازل ہوا کرتی تھی، جیسا کہ ابن حجر[2] نے بیان کیا ہے۔ تاہم فرشتہ کا وحی لے کر آنے کی اور بھی کئی حالات اور صورتیں ہیں جیسے دیہاتی کی شکل میں آنا، دحیہ کلبی کی صورت میں آنا، فرشتہ کا اپنی اصلی ماہیت و کیفیت میں چھ سو پروں کے ساتھ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر براجمان ہو کر نازل ہونا۔ یہ صورت حال شاذونادر ہی پیش آتی تھی۔

۲- آسمان سے بارش نازل کرنا، پودے اگانا، اس کام کی ذمہ داری میکائیل علیہ السلام کو دی گئی ہے، ان کے کچھ معاونین فرشتے بھی ہیں۔ ان میں وہ فرشتہ بھی ہے جن کو صور پھونکنے پر مامور کیا گیا ہے[3]۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخۡرَىٰ فَإِذَا هُمۡ قِيَامٞ يَنظُرُونَ ﴿٦٨﴾﴾ [سورة الزمر: 68].

ترجمہ: اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔

---

[1] صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۳۰۴۳، مسلم: ۲۳۳۳

[2] دیکھیں: فتح الباری: ۱/ ۲۹

[3] دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ: ۱/ ۴۰

٣- ان میں سے کچھ فرشتے حاملین عرش بھی ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾﴾ [سورة الحاقة:17].

ترجمہ: اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

٤- ان میں کروبی فرشتے بھی ہیں جو عرش کے ارد گرد ہوں گے، وہ حاملین عرش کی طرح سب سے اشرف فرشتے ہیں، وہ اللہ کے قریبی ملائکہ ہیں[1]۔

٥- ان میں وہ فرشتہ بھی ہے جنہیں رحم مادر میں نطفہ کی نشو ونما پر مامور کیا گیا ہے، وہ اس وقت تک اس پر مامور رہتے ہیں جب تک کہ نطفہ کی خلقت مکمل نہ ہو جائے اور بچہ کی ولادت نہ ہو جائے، جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔

٦- ان میں وہ فرشتے بھی ہے جنہیں جنت اور اہل جنت کے لئے نعمتوں کو تیار کرنے پر مامور کیا گیا ہے، ان میں جنت کے خازن رضوان علیہ السلام بھی سر فہرست ہیں۔

٧- ان میں وہ فرشتے بھی ہیں جنہیں جہنم کو سلگانے اور جہنمیوں کے لئے عذاب وعقاب کو تیار کرنے پر مامور کیا گیا ہے، ان میں جہنم کے داروغہ مالک بھی سر فہرست ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَنَادَوْا يَٰمَٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَٰكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾﴾ [سورة الزخرف:77-78].

---

[1] البداية والنهاية: ١/ ٤٠

ترجمہ: اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کردے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔ بلاشبہ ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں اور لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

8- کچھ فرشتے اس پر مامور ہیں کہ مومنوں کو موت کے وقت جنت اور کرامت کی بشارت دیں۔

۹- کچھ فرشتوں کو اللہ نے آسمان میں بیت معمور کو آباد رکھنے پر مامور کر رکھا ہے۔

۱۰- کچھ فرشتے بادل کو ہانکنے پر مامور ہیں۔

۱۱- کچھ پہاڑوں پر مامور ہیں۔

۱۲- کچھ فرشتے بندوں کی نیکی وبد کو لکھنے پر مامور ہیں۔

۱۳- فرشتوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ سخت عذاب کو نازل کرنے اور رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کو اذن الٰہی سے ہلاک وبرباد کرنے پر مامور ہیں، اس سلسلے میں اللہ فرماتا ہے:﴿ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا ٱلْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا۟ ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَمَا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوا۟ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْقَوْمَ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ [سورة يونس:13].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناہم نے تم سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

قوم لوط کی تباہی وبربادی کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِىٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ ﴾ [سورة هود:77].

ترجمہ: اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے، وہ ان کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان سے دل تنگ ہوا اور اس نے کہا یہ بہت سخت دن ہے۔

اس آیت سے لے کر اللہ کے اس فرمان تک: ﴿فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾﴾ [سورۃ ھود:82-83].

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا، اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔

۱۴- فرشتوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ مومنوں کو بشارت دیں، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں اس کی وضاحت آئی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحْزَنُواْ وَأَبْشِرُواْ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾﴾ [سورۃ فصلت:30].

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔

۱۵- جن اعمال کا فرشتوں کو مکلف بنایا گیا ہے، ان میں بندوں کے اعمال کو رکارڈ کرنا بھی ہے، چنانچہ معزز فرشتے بنی آدم کے تمام اقوال وافعال کو لکھتے ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِيٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾﴾ [سورة يونس:21].

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں، کسی تکلیف کے بعد، جو انہیں پہنچی ہو، تو اچانک ان کے لیے ہماری آیات کے بارے میں کوئی نہ کوئی چال ہوتی ہے۔ کہہ دے اللہ چال میں زیادہ تیز ہے۔ بے شک ہمارے بھیجے ہوئے لکھ رہے ہیں جو تم چال چلتے ہو۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: "لوگو! ہمارے محافظ فرشتے جنہیں ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں، وہ تمہارے ہر چال کو لکھتے ہیں جو تم ہماری آیتوں کے سلسلے میں چلتے ہو"[1]۔

فرشتے تمام اقوال وافعال کو لکھتے ہیں:

علماء کے درمیان اس بابت اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا فرشتے تمام اقوال وافعال کو تحریر کرتے ہیں، یا وہ صرف نیکی وبدی کو ہی رکارڈ کرتے ہیں؟

پہلا قول: وہ انسان کے تمام حرکات وسکنات کو تحریر کرتے ہیں، حتی کہ ان کی آہ وبکا اور ان کی یہ بات بھی لکھی جاتی ہے کہ میں نے کھانا کھایا، پانی پیا.... یہ قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور اسے امام سفارینی نے راجح قرار دیا ہے۔

دوسرا قول: فرشتے صرف وہی اعمال لکھتے ہیں جن پر ثواب یا عقاب مرتب ہوتے ہیں، یہ قول عکرمہ سے مروی ہے، جب کہ ابن عباس سے دونوں ہی اقوال مروی ہیں[2]۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾﴾ [سورة ق:18].

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: وہ جو بات بھی بولتا ہے، اس کو محفوظ کرنے کے لئے (اس کے پاس ایک تیار نگراں موجود ہوتا ہے)۔ یعنی کہ: اس کی ہر بات کو قید تحریر میں لانے کے لئے ایک نگہبان

---

[1] جامع البیان: ۱۱/۹۹

[2] دیکھیں: الحبائک: ۸۱

فرشتہ ہمیشہ تیار رہتا ہے جو اس کی بات کو قلم بند کرتا ہے اور کوئی بھی بات یا حرکت رکارڈ کرنے سے نہیں چوکتا[1]۔

ابن کثیر مذکورہ دونوں اقوال کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: "آیت کے ظاہری معنی و مفہوم سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان عموم پر دلالت کرتا ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾﴾۔

اگر کوئی یہ کہے کہ کیا فرشتے ایسے انسان کے اعمال بھی درج کرتا ہے جس کے پاس کتا یا کوئی تصویر ہوتی ہے، یا اس انسان کی روح قبض کرنے کے لئے فرشتہ کیسے جاتا ہے، جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں داخل نہیں ہوتے، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے: "فرشتے کسی ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں مورت یا کتا ہو۔"[2]۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "وہ فرشتے جو ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں مورت یا کتا ہو، ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت و برکت اور مغفرت لے کر گھروں میں آتے ہیں، رہی بات ایسے فرشتوں کی جو ہمارے اعمال کی نگہبانی پر مامور ہیں، تو وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں، کسی بھی حال میں بنی آدم سے جدا نہیں ہوتے کیوں کہ وہ بنی آدم کے تمام اعمال کو رکارڈ اور تحریر کرنے پر مامور ہیں"[3]۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے نتائج وثمرات:

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۶/ ۴۰۰

[2] صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۳۱۴۴، ۳۰۵۴، صحیح مسلم: ۱۲۰۶

[3] شرح مسلم: ۱۴/ ۸۴

۱- عظمت الٰہی سے آشنائی، فرشتوں کی خلقت اللہ تعالی کی عظمت شان اور قدرت مطلق پر دلالت کرتی ہے۔

۲- اس اہتمام اور عنایت پر شکر الٰہی کی بجا آوری کہ رب نے بنی آدم کی نگہبانی اور ان کی دعاء کے لئے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے، جس کے نتیجے میں بنی آدم کو رحمت وبرکت حاصل ہوتی ہے۔

۳- فرشتے احکام الٰہی کی جس طرح بجا آوری کرتے ہیں، ان پر فرشتوں سے محبت کرنا، ان سے محبت رکھنا ہمارے ایمان کے اصول ومبادی میں شامل ہے[1]۔

۴- اولیاء کی کرامتوں پر اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ فرشتے اللہ کی مشیئت سے مخلوق کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، یا تو معزز فرشتے یا وہ جنہیں آزمائش کے لئے مامور کیا گیا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے تین لوگوں کے قصے میں وارد ہوا ہے، ایک گنجا، دوسرا نابینا اور تیسرا برص زدہ۔

۵- فرشتوں کے اثرات پر ایمان رکھنا، جیسے برکت وسکینت، مومنوں کے حق میں ان کا استغفار کرنا، ان کی تائید ونصرت کرنا۔

---

[1] شرح أصول الایمان، تالیف: محمد بن صالح العثیمین: ۲۹-۳۰

ایمان کا تیسرا رکن:

کتابوں پر ایمان لانا

کتابوں پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا تیسرا رکن ہے، جیسا کہ قرآن کریم اور سنت نبویہ میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦۚ وَقَالُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۖ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ ٢٨٥﴾ [سورۃ البقرۃ:285].

ترجمہ: یہ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

مزید اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا ١٣٦﴾ [سورۃ النساء:136].

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناوہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔

کتاب کا معنی:

لغت میں کتاب نام ہے: ہر اس چیز کا جسے یکجا لکھا جائے، کتاب مصدر ہے "[1]۔

کہا جاتا ہے: کتب یکتب کتابا و کتابۃ، کتاب کی جمع کتب ہے، قرآن کا نام کتاب اس لئے پڑا کہ اس کے اندر قصے، امثال، عقائد، اوامر و نواہی، تشریعی احکام کو یکجا ذکر کیا گیا ہے، یا اس لئے کہ اس کے اندر تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات شامل ہیں، ہر وہ چیز جسے باہم ایک جگہ جمع کر دیا جائے اسے کتاب کہا جاتا ہے، قرآن میں کتاب لوح محفوظ کے معنی میں بھی آیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝٥٩﴾ [سورۃ الأنعام:59].

ترجمہ: اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں ہے۔

قرآن توراۃ و انجیل اور قرآن مجید کے معنی میں بھی وارد ہوا ہے، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں: ﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝٣٢﴾ [سورة فاطر:32].

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔

کتاب، رحمت و مغفرت کے معنی میں بھی آتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ﴾ [سورة الأنعام:54].

---

[1] لسان العرب: ۱/۶۹۸

ترجمہ: تمہارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کرلیا ہے ۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے معانی ہیں جن کے لئے کتاب کا استعمال ہوتا ہے[1]۔

کتب سے کیا مراد ہے:

جن کتابوں پر ایمان لانا واجب ہے، ان سے مراد وہ کتابیں جن کو اللہ نے انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام پر نازل فرمایا، وہ کتابیں توحید الہی کی دعوت اور شریعت کے احکام واوامر کی وضاحت وبیان پر مشتمل ہیں۔

کتابوں پر ایمان لانے کے تقاضے:

پہلا تقاضہ: یہ عقیدہ جازم رکھنا کہ اللہ عزیز وبر کی کچھ کتابین ہیں جو اللہ نے اپنے انبیاء ورسل پر نازل فرمائی۔

دوسرا تقاضہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی حقیقت میں بولتا ہے نہ کہ مجازی طور پر، رب کی کچھ بات بغیر حجاب کے سنی جاتی ہے، جب کہ کچھ باتیں اللہ اپنے انسانی پیغمبر پر ملکوتی پیغمبر کے ذریعہ نازل کرتا ہے، جسے فرشتہ اپنے عزیز وبرتر رب کی جانب سے سے پہنچاتے ہیں، اللہ فرماتا ہے:﴿ ۞ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ إِلَّا وَحۡيًا أَوۡ مِن وَرَآيِٕ حِجَابٍ أَوۡ يُرۡسِلَ رَسُولٗا فَيُوحِيَ بِإِذۡنِهِۦ مَا يَشَآءُۚ إِنَّهُۥ عَلِيٌّ حَكِيمٞ ٥١ ﴾ [سورة الشورى: 51].

[1] دیکھیں: البصائر: ۴/ ۳۲۹-۳۳۲) الصحاح: ۱/ ۲۰۸، النہایۃ فی غریب الحدیث: ۴/ ۱۴۸، لسان المیزان: ۱/ ۶۹۸

ترجمہ: اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔

رب کچھ کلام ایسا ہے جسے رب نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَكَتَبْنَا لَهُۥ فِى ٱلْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا۟ بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُو۟رِيكُمْ دَارَ ٱلْفَـٰسِقِينَ ﴿١٤٥﴾ ﴾ [سورة الأعراف:145].

ترجمہ: اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر چیز کے بارے میں نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، سو انھیں قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی بہترین باتوں کو پکڑے رکھیں، عنقریب میں تمھیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔

تیسرا تقاضہ: یہ تمام آسمانی کتابیں باہم ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا كَانَ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَـٰكِن تَصْدِيقَ ٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ ٱلْكِتَـٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٣٧﴾ ﴾ [سورة يونس:37].

ترجمہ: اور یہ قرآن ہر گز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔

چوتھا تقاضہ: یہ حق ہے کہ بعض آسمانی کتابیں دوسری آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیتی ہے، جیسے انجیل نے توراۃ کے بعض احکام کو منسوخ کر دیا، اور قرآن نے ان تمام احکام کو منسوخ کر دیا جو توراۃ اور انجیل میں ذکر کئے گئے، نیز یہ کہ نسخ قرآن کریم میں بھی جائز ہے، چنانچہ قرآن کی بعض آیتیں بھی بعض دوسری آیتوں کو منسوخ کرتی ہیں، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ ۞ مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ

نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَآ ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٦﴾﴾ [سورة البقرة:106].

ترجمہ: جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر، یا اس جیسی (اور) لے آتے ہیں، کیا تونے نہیں جانا کہ اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

پانچواں تقاضہ: یہ تمام آسمانی کتابیں توحید کی دعوت پر متفق ہیں، تاہم ان کے بیان کردہ احکام مختلف ہیں۔

چھٹا تقاضہ: یہ ایمان رکھنا کہ اللہ کی نازل کردہ ان کتابوں کی صحیح تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ہم ان تمام کتابوں پر اجمالا ایمان رکھتے ہیں، اور جن کتابوں کا ذکر آیا ہے ان پر تفصیلی ایمان رکھتے ہیں، جیسے توراۃ وانجیل، زبور، صحف ابراہیم اور قرآن کریم۔

قرآن کریم پر ایمان لانا در اصل سابقہ تمام کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ ان اضافوں پر بھی ایمان لانا جن کے ساتھ قرآن نازل ہوا، وہ یہ کہ قرآن پر ایمان لانا تو واجب ہے ہی، ساتھ ہی اس کے بیان کردہ اًوامر کو بجالانا اور اس کے منع کردہ منہیات سے باز آنا بھی واجب ہے، نیز یہ بھی واجب ہے کہ انسانی زندگی کے تمام معاملات میں قرآن کو نافذ کیا جائے، اس کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور متشابہ آیتوں پر توقف اختیار کیا جائے، اور یہ ایمان رکھا جائے کہ قرآن تمام سابقہ آسمانی کتابوں کا ناسخ اور محافظ ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ ﴾ [سورة المائدة:48].

ترجمہ: اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔

ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالی نے اپنی خاص حفاظت کے ذریعہ اسے محفوظ رکھا ہے، یہ ایسا وصف ہے جو قرآن کے ساتھ مختص ہے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لی ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ [سورة الحجر:9].

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔

مصحف میں جو بھی کلام موجود ہے وہ اللہ تعالی کا کلام ہے، قرآن کا کوئی حصہ فوت نہیں ہوا ہے[1]۔

کتابوں پر ایمان لانے کا یہ اجمالی بیان تھا، اب آپ کے سامنے یہ بیان کیا جارہا ہے کہ قرآن کریم کی تعریف کیا ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی اور جس نے تمام سابقہ آسمانی کتابوں کو منسوخ کردیا۔

---

(1) دیکھیں: المنہاج فی شعب الایمان: ۱/ ۳۱۷-۳۲۳، شعب الایمان للبیہقی: ۱/ ۴۴۷، معارج القبول: ۶۷۲-۶۷۵، شرح الواسطیۃ: ۱۷، شرح أصول الایمان للشیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ۔

قرآن کریم:

قرآن کی لغوی تعریف: قرآن مصدر ہے، کہتے ہیں: قرأیقرأ قراءۃ وقرآنا، اس کے معنی یکجا کرنا اور جمع کرنا کے ہوتے ہیں، قرآن کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ اس کی سورتیں یکجا کی گئیں اور انہیں باہم ایک ساتھ جمع کیا گیا[1]۔ بعض دفعہ قرآن بول کر تلاوت کرنا اور پڑھنا بھی مراد لیا جاتا ہے، کہتے ہیں: قرأ قراءۃ وقرآنا[2]۔

اصطلاحی تعریف: قرآن اللہ کے کلام کا نام ہے، جو نبی ﷺ پر نازل ہوا، اس قرآن نے تمام انس وجن کو اس کے ہم مثل پیش کرنے سے عاجز کر دیا، قرآن حقیقت میں اللہ کا کلام ہے نہ کا مجازی طور پر، قرآن مخلوق نہیں ہے، اللہ سے صادر ہوا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والا ہے، اسے کانوں سے سنا جا سکتا ہے، زبان سے تلاوت کیا جا سکتا ہے، دلوں میں محفوظ کیا جا سکتا ہے اور صحیفوں میں تحریر کیا جا سکتا ہے، اس پر کتاب وسنت کے نصوص سے اس کی دلیل ملتی ہے، اور سلف کا بھی اس پر اتفاق ہے[3]۔ جس نے ایک حرف کا انکار کیا یا کسی حرف کا اضافہ کیا تو وہ کافر ہے۔

قرآن کے اوصاف:

- وہ اللہ کی نازل کردہ واضح کتاب ہے: جس میں مندرج احکام واخبار کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] الصحاح: ۱/۶۵، لسان العرب: ۱/۱۲۸-۱۲۹، الجامع لأحکام القرآن: ۲/۲۹۸

[2] سابق مرجع

[3] الجامع لأحکام القرآن: ۲/۲۹۸، مجموع الفتاوی: ۱۲/۲۳۵-۲۳۶، الوجیز فی علم التفسیر للسیوطی: ۳۹-۴۰، شرح الطحاویۃ: ۱۳۵-۱۳۶

- وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے: یعنی وہ عہد وپیمان ہے جسے اللہ نے اپنے تک پہنچنے اور کامیابی سے ہمکنار ہونے کا ذریعہ بنایا ہے۔
- قرآن محکم سورتوں پر مشتمل ہے: اس کی سورتیں باہم منفرد ہیں، ہر سورت دوسرے سے ممتاز ہے، تمام سورتیں محکم، کامل اتقان سے لیس اور ہر طرح کی کمی، کجی اور خلل سے پاک ہے۔
- قرآن واضح آیتوں پر مشتمل ہے: یعنی اس کے اندر توحید الہی اور صفات کاملہ اور شریعت کے محاسن کی واضح اور روشن دلائل اور نشانیاں ذکر کی گئی ہیں۔
- اس کے اندر محکم اور متشابہ ہر دو طرح کی آیتیں ہیں: محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جن کے معانی واضح ہیں، اور متشابہ وہ آیتیں ہیں جن کے معانی مخفی ہیں۔
- وہ ایسا حق ہے جس کے کسی سمت سے باطل نہیں آسکتا﴿ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾﴾ [سورة فصلت:42].

ترجمہ: اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔

قرآن جھٹلانے والوں کی اس تہمت سے بری اور پاک ہے جس سے انہوں نے قرآن کو متہم کیا کہ وہ شعر ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْنَٰهُ ٱلشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِى لَهُۥٓ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْءَانٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾﴾ [سورة يس:69].

ترجمہ: اور ہم نے نہ اسے شعر سکھایا ہے اور نہ وہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو سراسر نصیحت اور واضح قرآن کے سوا کچھ نہیں۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جادو ہے: ﴿فَقَالَ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾﴾ [سورة المدثر:24].

ترجمہ: پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔

جب کچھ نے کہا: ﴿إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا قَوۡلُ ٱلۡبَشَرِ ٢٥﴾ [سورة المدثر:25].

ترجمہ: یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ نے اس کے قائلین کے بارے ارشاد فرمایا: ﴿سَأُصۡلِيهِ سَقَرَ ٢٦﴾ [سورة المدثر:26].

ترجمہ: میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔

- قرآن ایک معجزہ ہے، کوئی انسان اس کا ہم مثل کلام پیش نہیں کر سکتا، خواہ دوسروں سے ہی مدد کیوں نہ لے۔

اللہ نے قرآن کو کمال حکمت والی کتاب قرار دیا ہے: ﴿الٓرۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡحَكِيمِ ١﴾ [سورة يونس:1].

ترجمہ: الر۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ یعنی: اس کی آیتیں محکم اور واضح ہیں[1]۔ وہ ایک نصیحت اور موعظت، شفا، ہدایت اور رحمت ہے، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں اس کی وضاحت آئی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ ٥٧﴾ [سورة يونس:57].

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔

کتابوں پر ایمان لانے کے ثمرا ت ونتائج:

ا- کتابوں کے نزول اور رسولوں کی بعثت کے ذریعہ اللہ تعالی بندوں پر حجت قائم کرتا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۴۸۲

۲-اللہ اپنے بندوں پر رحیم ومہربان ہے۔

۳-اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر بجالایا جائے[1]۔

۴-کتاب الہی کا اہتمام کیا جائے، اسے یاد کر کے، اس میں غور وفکر کے ذریعہ اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر۔

[1] دیکھیں: شرح أصول الایمان للشیخ ابن عثیمین: ۳۳

ایمان کاچوتھا رکن:

رسولوں پر ایمان لانا

رسولوں پر ایمان لانا ایمان کے ارکان ستہ میں چھٹے رکن کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾﴾ [سورة النساء:136].

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناوہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔

رسولوں پر ایمان لانے کا معنی ومطلب: یہ عقیدہ جازم رکھنا اور دل سے تصدیق کرنا کہ اللہ عزیز وبرتر نے رسولوں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اللہ کی توحید اور شرک سے دوری کی دعوت دی، انہوں نے ہر وہ چیز بلا کم وکاست اپنی امت کو پہنچادی جس کا انہیں اللہ نے حکم دیا، ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنی تبلیغ میں خطاؤں سے معصوم ہیں، اور یہ کہ اللہ نے ان کی تائید میں بہت سی روشن اور واضح دلیلیں نازل کی جن سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

نبوت کالغوی معنی: نبوت نبأ سے مشتق ہے، جس کے معنی خبر کے ہوتے ہیں، اس کی جمع انباء آتی ہے[1]، نبأ و نبّأ خبر دینے کے معنی میں مستعمل ہیں، اسی سے نبی ماخوذ ہے، کیوں نبی اللہ کی جانب سے خبر دیتے ہیں، نبی فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے[2]، کبھی کبھی فعیل کا وزن مفعول پر بھی دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے: ﴿قَالَ نَبَّأَنِيَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْخَبِيرُ ۝٣﴾ [سورة التحريم: 3]. ۔ایک قول یہ بھی ہے کہ: نبی، نباوۃ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی بلند چیز کے ہوتے ہیں[3]۔

رسول، مرسل کے معنی میں آتا ہے، جو کہ ارسال سے ماخوذ ہے، اس کی اصل رسّل ہے[4]، جس کے معنی: "محبت کے ساتھ روانہ ہونے کے آتے ہیں، کہا جاتا ہے: ناقة رسلة سهلة السير، إبل مراسيل منبعثة انبعاثا سهلا - یعنی: تیر رفتار اونٹنی اور تیز رفتار اونٹ - اسی سے رسول منبعث (بھیجا ہوا رسول) ماخوذ ہے...."[5]۔رسول کی جمع: أرسل، رُسُل، رُسل اور رُسلاء آتی ہیں"[6]۔رسول (واحد) بول کر کبھی کبھی جمع بھی مراد لی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں ہے: ﴿فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝١٦﴾ [سورة الشعراء: 16].

---

[1] لسان العرب: ۱/۱۶۲

[2] الصحاح: ۱/۷۴

[3] لسان العرب: ۱/۱۶۳

[4] دیکھیں: القاموس المحیط: ۱۳۰۰

[5] المفردات: ۱۹۵

[6] لسان العرب: مادۃ (رسل) ۱۱/۲۸۳، المفردات: ۱۹۵

ترجمہ: تو تم دونوں فرعون کے پاس جائو اور اس سے کہو کہ بلا شبہ ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔

نبوت ورسالت کی اصطلاحی تعریف:

علماء کا اس سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ نبوت ورسالت ایک دوسرے کے مترادف ہیں، یا دونوں میں فرق پایا جاتا ہے، اس بابت ان کے کئی اقوال ہیں جنہیں ماوردی رحمۃ اللہ علیہ[1] نے أعلام النبوۃ میں ذکر کیا ہے، وہ رقم طراز ہیں کہ:

"انبیاء ورسل کے تعلق سے اہل علم کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: انبیاء ورسل ہم معنی کلمات ہیں، نبی رسول کے معنی میں اور رسول نبی کے معنی آتا ہے، رسول، رسالت وپیغامبری کی ذمہ داری اٹھانے سے ماخوذ ہے، جب کہ نبی -اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو- نبأ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی خبر کے آتے ہیں، -اگر بغر ہمزہ کے ہو تو- نبوۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلند جگہ کے آتے ہیں، یہ قول اقرب الی الصواب ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں معانی کے ذریعہ خطاب کیا کرتے تھے۔

دوسرا قول: دونوں کلمات کے معانی مختلف ہیں، کیوں کہ اسم اگر الگ ہو تو مسمی بھی الگ ہوتا ہے، رسول مقام ومرتبہ میں نبی سے اعلی درجہ کا حامل ہوتا ہے، اسی لئے فرشتوں کو رسول اور پیغامبر کہا جاتا ہے، نبی نہیں"[2]۔

---

[1] علی بن محمد بن حبیب، ابو الحسن الماوردی، اپنے عصر کے ماہر قاضی، محقق عالم اور بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں.. ان کی ولادت بصرہ میں ہوئی، انہوں نے بغداد کو اپنی جائے سکونت بنایا... مذہب اعتزال کی طرف مائل تھے.. ان کی وفات بغداد کے اندر سنہ ۴۵۰ھ میں ہوئی۔ دیکھیں: الأعلام: ۴/ ۳۲۷، میزان الاعتدال: ۳/ ۱۵۵

[2] أعلام النبوۃ: ۳۸، دیکھیں: کتاب الفقہ الاکبر مع شرحہ لملا علی القاری: ۵۳

جو لوگ دونوں کلمات میں تفریق کے قائل ہیں، ان کے نزدیک فرق کی تعیین میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں:

ان اقوال میں سب سے جامع قول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہ کہتے ہیں: "... نبی وہ ہیں جسے اللہ خبروں سے واقف کرتا ہے اور ان خبروں سے وہ لوگوں کو باخبر کرتے ہیں، اگر اس کے ساتھ ہی انہیں حکم الٰہی کی مخالفت کرنے والوں کی طرف مبعوث کیا جائے اور انہیں اللہ کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا جائے تو وہ رسول ہیں۔ اگر وہ ماقبل کی شریعت پر عمل پیرا ہوں اور کسی قوم کی طرف انہیں پیغامبری کے لئے نہیں بھیجا گیا ہو تو وہ نبی ہیں، رسول نہیں"[1]۔

رسول اور نبی کے فرق کو ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے:

۱- رسول ایک مستقل شریعت کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں، بر خلاف نبی کے، کیوں کہ نبی اپنے سے ماقبل رسول کے متبع ہوتے ہیں۔

۲- نبی ورسول کے درمیان عموم من وجہ وخصوص من وجہ کا رشتہ پایا جاتا ہے، چنانچہ ہر رسول نبی ہوتے ہیں، لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتے۔

۳- رسالت وپیغامبری نبوت سے زیادہ اکمل ہوتی ہے، کیوں کہ رسالت کے اندر نبوت کے ساتھ اضافی شرف اور ذمہ داری پائی جاتی ہے۔

نیز وہ دونوں اس بات میں ہم معنی ہیں کہ نبی ورسول دونوں کو وحی کی جاتی ہے، اور نبوت ورسالت دونوں ہی اللہ کے خاص انتخاب اور اعزاز سے حاصل ہوتی ہیں، انسانی اکتساب واجتہاد کا اس

---

[1] النبوات: ۲۸۱، دیکھیں: کتاب الایمان لشیخ الاسلام: ۶-۷

میں کوئی عمل دخل نہیں، نبوت ورسالت کا خاتمہ سید المرسلین محمد ﷺ کے ذریعہ ہوا اور نبی ورسول دونوں ہی وحی کی تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں۔

رسولوں پر ایمان لانے کے تقاضے درج ذیل ہیں:

۱- جن رسولوں کا ذکر نہیں آیا ہے ان پر اجمالی ایمان لانا اور جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، ان پر تفصیلی ایمان رکھنا، ان انبیاء ورسل کی تعداد ۲۵ ہے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے، ان میں سے ۱۸ نبی اور باقی رسول ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ ءَاتَيْنَٰهَآ إِبْرَٰهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦۚ نَرْفَعُ دَرَجَٰتٍ مَّن نَّشَآءُۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَۚ كُلًّا هَدَيْنَاۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَٰعِيلَ وَٱلْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًاۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾﴾ [سورة الأنعام:83-86].

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی، ہم درجوں میں بلند کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو، اور ان سب کو جہانوں پر فضیلت دی۔

بقیہ سات انبیاء میں آدم علیہ السلام کا ذکر اپنے کتاب عزیز میں بہت سے مقامات پر ہوا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصۡطَفَىٰٓ ءَادَمَ وَنُوحٗا وَءَالَ إِبۡرَٰهِيمَ وَءَالَ عِمۡرَٰنَ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٣٣﴾﴾ [سورة آل عمران:33].

ترجمہ: بے شک اللہ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے گھرانے کو جہانوں پر چن لیا۔

ادریس کا ذکر اللہ کے اس فرمان میں ہوا ہے: ﴿ وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِدۡرِيسَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقٗا نَّبِيّٗا ﴿٥٦﴾﴾ [سورة مريم:56].

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کا ذکر کر، بے شک وہ ایسا نہایت سچا تھا، جو نبی تھا۔

ہود، صالح اور شعیب کی خبروں اور واقعات کو اللہ نے قرآن عظیم کی بہت سی سورتوں میں کیا ہے، نیز اللہ نے اس آیت میں ذوالکفل کا بھی تذکرہ فرمایا ہے: ﴿ وَٱذۡكُرۡ إِسۡمَٰعِيلَ وَٱلۡيَسَعَ وَذَا ٱلۡكِفۡلِۖ وَكُلّٞ مِّنَ ٱلۡأَخۡيَارِ ﴿٤٨﴾﴾ [سورة ص:48].

ترجمہ: اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کر اور یہ سب بہترین لوگوں سے ہیں۔

یہ چھ انبیاء کے نام ہوئے، ساتواں ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں[1]۔

۲- رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ہی ان کی دعوت کو اپنانا اور اس پر عمل پیرا بھی ہونا ہے...

۳- یہ ایمان بھی رکھنا ہے کہ محمد ﷺ کی شریعت تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دینے والی ہے۔

---

[1] دیکھیں: عقیدۃ المؤمن: ۲۸۰-۲۸۱

۴-اور یہ کہ محمد ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔

۵-آپ ﷺ کی رسالت وپیغامبری تمام انس وجن کے لئے عام ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦۚ وَقَالُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۖ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ ﴾ [سورة البقرة:285].

ترجمہ: یہ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت أبوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، اور ان میں سے ۳۱۳ رسول ہیں[1]۔ انبیاء کی ضرورت بہت ناگزیر تھی، انسانوں کو کھانے پینے سے زیادہ انبیاء کی ضرورت درپیش تھی، بلکہ سانس کے لینے کے لئے جس طرح ہوا کا پایا جانا ضروری ہے، اس سے بھی زیادہ ناگزیر یہ تھا کہ انسانی زندگی کے لئے انبیاء مبعوث کئے جائیں، کیوں کہ وہ اللہ کے معزز پیغامبر تھے جو بندوں کی صلاح وفلاح کا سامان لے کر آئے، جس نے ان کی بات مانی وہ نجات

---

[1] اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند: ۵/۱۷۸،۱۷۹، ۲۶۵ میں روایت کیا ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے صحیح کہا ہے، دیکھیں: فتح الباری: ۶/۴۱۶، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: "اس باب میں یہ سب سے صحیح روایت ہے، اسے آجری اور أبو حاتم البستی نے المسند الصحیح میں روایت کیا ہے"۔ الجامع لأحکام القرآن: ۶/۱۹، نیز اس حدیث کو بعض دیگر علماء نے ضعیف کہا ہے، جیسے عراقی وغیرہ، دیکھیں: لوامع الأنظار: ۲/۲۶۴

یافتہ ہو گیا، اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ ناکام ونامراد ہوا، ان کا راستہ اللہ کا راستہ ہے اور ان کی جماعت اللہ کی جماعت ہے۔

نبوت کے دلائل:

اللہ تعالی نے بہت سی روشن دلیلوں کے ذریعہ ان کی تائید فرمائی، یہ دلیلیں ان کی سچائی وراست بازی کی دلیلیں ہیں، کیوں یہ ناممکن ہے کہ اللہ کسی جھوٹے اور دروغ گو انسان کی مدد کرے۔

نبوت کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالی اپنے رسولوں کی تائید میں ایسی نشانیاں اور دلائل نازل کرتا ہے جن سے ان کی صدق گوئی اور راست بازی ثابت ہوتی ہے۔

۲- رسولوں کے اوصاف، ان کے اخلاق وکردار، اور ان کی دعوت کی سچائی اور حقانیت بھی نبوت ورسالت کے دلائل ہیں۔

۳- رسولوں کی دعوت کی یکسانیت۔

۴- اللہ کا ان کی مدد اور نصرت فرمانا اور ان کے دشمنوں کو غارت کرنا۔

۵- نبی سابق کا اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دینا[1]۔

اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ذیل کے سطور میں ان دلائل کا تفصیلی بیان ذکر کیا جارہا ہے:

اول: اللہ تعالی مختلف نشانیوں اور واضح دلائل کے ذریعہ رسولوں کی راست بازی کی تائید فرماتا ہے:

---

[1] دیکھیں: الرسائل والرسالات للأشقر: ۱۱۹-۱۲۰

اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ [سورة يونس:13].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تم سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ ہر گز ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

انبیاء کے دلائل کو آیت، بینہ، برہان، معجزہ کہا جاتا ہے، لغت میں آیت کے معنی ظاہری علامت کے ہوتے ہیں[1]۔

انبیاء کی نشانیاں دو قسم کی ہیں:

پہلی قسم: جس کا تعلق غیبیات سے ہے، جیسے بعض غیبی اُمور کی اطلاع وواقفیت، مثال کے طور پر نبی ﷺ کی بیان کردہ خبریں، وہ علوم جن کا تعلق مستقبل سے ہے اور ان میں سے کچھ کا وقوع نبی ﷺ کی حیات میں ہوا اور کچھ آپ ﷺ کی وفات کے بعد واقع ہوئے، نیز آپ ﷺ نے ہلاک شدہ اقوام کی جو خبریں دیں وہ بھی ان غیبیات میں شامل ہیں۔ یہ بھی غیبیات میں سے ہے کہ عیسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ بتایا کہ وہ اپنے گھروں میں کیا کھاتے اور کیا ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں.....وغیرہ۔

دوسری قسم:

جس کا تعلق قدرت وطاقت سے ہے، جیسے موسی علیہ السلام کے لئے ضرب عصا سے سمندر کا شق ہو جانا، عیسی علیہ السلام کے لئے بادل کا سایہ کرنا، برص اور کوڑھ کے مریض کو شفایاب کرنا، اور زندہ کو

---

[1] بصائر ذوی التمیز: ۲/ ۶۳

مردہ کرنا۔ ہمارے نبی ﷺ کے لئے چاند کے دو ٹکڑے ہونا، کھانا میں بڑھوتری ہونا، آپ کی انگشت مبارک کے درمیان سے پانی کا چشمہ پھوٹنا.... وغیرہ۔

کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو گزر چکی ہیں اور ان کی خبریں ہمیں موصول ہوئیں، جیسے انبیاء کرام- علیہم صلوات اللہ وسلامہ- کے معجزے، ان معجزات میں کچھ ایسے بھی معجزے ہیں جو قیامت تک رہنے والے ہیں، جیسے قرآن کریم جو ہمیشہ رہنے والے معجزہ اور قیامت تک رہنے والی نشانی ہے۔

وہ علم وایمان بھی اسی کا حصہ ہے جو محمد ﷺ کے متبعین کو نوازا گیا ہے۔ نیز اولیاء وصالحین کو جو خرق عادت اشیاء دی جاتی ہیں وہ بھی اسی کا مظہر ہے، اوراسلام کو زیر کرنے کے لئے دشمنوں کی جاں توڑ کوششوں کے باوجود اس دین کا غالب رہنا اور تمام معارضینِ اسلام کو بیخ وبن سے اکھیڑ دینا بھی اسی قدرت الہیہ کے مظاہر ہیں[1]۔

دوم: رسولوں کے اوصاف واخلاق اور ان کی دعوت کی صداقت وحقانیت:

رسولوں اور انبیاء کی زندگی اور ان کی دعوت پر غور کرنے والا انسان جان سکتا ہے کہ ان کے اندر بلند ہمتی، امات داری، صداقت وراست بازی، اور حقیر اشیاء سے اجتناب ودوری کس قدر رچی بسی تھی، نیز وہ حلم وبردباری، عفوودرگزر، مصائب پر صبر اور عہد وپیمان کی پاسداری کے خوگر تھے ، وہ بھی عام انسان کی طرح کھاتے پیتے تھے ، لیکن اللہ نے انہیں منتخب فرمایا اور انہیں اپنی رسالت سے سرفراز کیا۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ

---

[1] دیکھیں: الجواب الصحیح: ۴/ ۷۰-۷۱

أَنْ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ ٱلْكَٰفِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَٰحِرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾﴾ [سورۃ یونس:2].

ترجمہ: کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادو گر ہے۔

نیز اللہ نے فرمایا: ﴿ ۞ وَيَسْتَنۢبِـُٔونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِى وَرَبِّىٓ إِنَّهُۥ لَحَقٌّ ۖ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾﴾ [سورۃ یونس:53].

ترجمہ: اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہر گز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

اللہ کے بھیجے ہوئے تمام رسول دنیاوی مال و متاع اور اس کے فانی سامان راحت سے بے نیاز ہوتے ہیں، وہ اپنی دعوت پر کسی بدلا اور شکر کے خواہاں نہیں ہوتے، اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَيَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ ۚ﴾ [سورۃ ھود:29].

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کسی مال کا سوال نہیں کرتا، میری مزدوری اللہ کے سوا کسی پر نہیں۔

اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قریش نبی ﷺ کے سامنے نہایت ہی فیاضانہ پیش کش رکھتے تھے اور مال ودولت کی لالچ دیتے تاکہ آپ ان کی پیش کش قبول کرلیں اور اپنی دعوت سے باز آجائیں (لیکن نبی نے ان کی باتوں پر کان تک نہیں دھرا)[1]۔

انبیاء- علیہم صلوات اللہ وسلامہ- پر سب سے زیادہ مصیبت آتی ہے، مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: "میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء ورسل پر، پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا"[2]۔

اگر انبیاء ورسل کو اللہ نے نبوت ورسالت کے لئے منتخب نہ کیا ہوتا اور انہیں تبلیغ دین پر مامور نہ کیا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ وہ ان مصائب وآلام کو برداشت کرتے اور لوگوں کی دشمنی مول لیتے اور ان سے قتال کرتے؟!

نبوت کے چار خصائص ہیں:

پہلی خصوصیت: خلقت اور اخلاق کے درجہ کمال پر فائز ہونا۔

---

[1] دیکھیں: دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۲۰۲-۲۰۴

[2] اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، حدیث نمبر: ۲۴۰۰۔ ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۴۰۲۳، مسند احمد: ۱/ ۱۷۲، مسند دارمی ۲/ ۴۱۲، السلسلۃ الصحیحۃ: حدیث نمبر: ۱۴۳

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اپنی قوم میں سب سے زیادہ کامل خلقت اور اخلاق کا حامل ہوتا ہے، حسب ونسب اور عقل ودانش میں سب پر فائق ہوتا ہے، کوئی ایسا نبی نہیں آیا جن کے اندر کوئی عیب، برائی یا حسب نسب میں کمتری پائی جاتی ہو، اس لئے کہ وہ رب العالمین کے رسول وپیغامبر بن کر مبعوث ہوتے ہیں، اور رسول کی قدر ومنزلت کا اندازہ مرسِل (بھیجنے) والی کی قدر ومنزلت سے لگایا جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥۗ﴾ [سورة الأنعام:124].

ترجمہ: اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔

دوسری خصوصیت: اعزازی فضیلت:

اس سے مراد وہ واضح نشانیاں اور روشن معجزے ہیں جن سے اللہ اپنے رسول کو اعزاز بخشتا ہے اور جن سے ان کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے، اور اپنے مشن کو بروئے عمل لانے کے لئے ان کے دل کو قوت اور عزم کو پرواز ملتا ہے۔ جیسا کہ موسی علیہ السلام کو اللہ نے ہاتھ اور عصا کے معجزے سے نوازا اور ان کے ساتھ ہارون کو ان کا وزیر بنا کر بھیجا اور ان کی زبان کی لکنت دور کر دی۔

تیسری خصوصیت: ان پر آسمانی کتابوں کا نازل ہونا:

رسولوں کو جن کتابوں کے ساتھ مبعوث کیا جاتا ہے، ان کے اندر ہدایت وراستی اور نور ہوتا ہے، وہ کتابیں بڑی نشانیوں اور نبوت کے ایسے دلائل کو شامل ہوتی ہیں جن کے ہم مثل پیش کرنے سے بشریت عاجز رہی۔

چوتھی خصوصیت: عصمت:

اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے جب کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو اللہ فوراً اس کی اصلاح فرماتا ہے اور ان کی خطا پھر خطا نہیں رہتی [1]۔ اور یہ بھی مطلب ہے جس پر اجماع قائم ہے کہ وہ دعوت الہی کی تبلیغ میں خطاؤں سے معصوم ہیں [2]۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو انسان جھوٹی نبوت کا دعوی کرے گا اس کا پردہ فاش ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں ہوگی، جلد ہی اس کی کذب بیانی واضح ہو جائے گی، خواہ اس کے ہاتھوں پر شیطان کی خرق عادت اشیاء کا سلسلہ ہی کیوں نہ جاری ہو، کیوں کہ یہ اللہ کی سنت ہے کہ ایسے لوگوں کا راز فاش کر دیا جاتا ہے اور انہیں منہ کی کھانی پڑتی ہے۔

سوم: تمام رسولوں کی دعوت ایک تھی:

نبوت کی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تمام رسولوں کی دعوت توحید باری تعالی اور اللہ کے لئے ہر قسم کی عبادت کو خالص کرنے کے سلسلے میں باہم متحد تھی، صرف ان کے درمیان زمان ومکان کا فرق تھا۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [سورة النحل:36].

ترجمہ: بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

یہ آیت مختلف ناحیئے سے نبوت کی حقانیت پر دلالت کرتی ہے:

---

[1] دیکھیں: مقدمۃ دلائل النبوۃ للأصبہانی: ۳۴-۳۶

[2] الشفا: ۲/۷۴۶، مجموع الفتاوی: ۱۰/۲۹۱، منہاج السنۃ: ۱/۴۷۰-۴۷۱، لوامع الأنوار: ۲/۳۰۴

- تمام رسولوں نے توحید اور تمام معبودان باطلہ کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کے لئے ہر طرح کی عبادت کو خالص کرنے کی دعوت دی۔
- ان رسولوں کے درمیان زمان ومکان کا تفاوت توضرور پایا جاتا ہے، تاہم ان کی دعوت ایک تھی۔
- بعد میں آنے والے رسول اپنے سے پہلے آئے ہوئے رسول کی خبر دیتے ہیں، اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دیتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس ماضی کے ساتھ مستقبل کی بھی خبر اور علم ہے، جو کہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب اللہ کسی کو وحی کے ذریعہ اس سے مطلع فرمائے۔

چہارم: اللہ تعالی رسولوں کو اپنی نصرت سے نوازتا اور دشمنوں کو غارت کرتا ہے:

رسولوں کی نصرت کے بارے میں اللہ فرماتاہے: ﴿فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَعَلْنَٰهُمْ خَلَٰٓئِفَ وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾﴾ [سورة يونس: 73].

ترجمہ: پس انہوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالی کے فرمان ﴿كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾﴾ [سورة يونس: 103]. (ترجمہ: اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔) کی تفسیر

میں لکھاہے کہ: اس سے مراد وہ حق ہے جسے اللہ نے اپنی ذات مبارکہ پر واجب کر لیاہے، جیسا کہ رب کا فرمان ہے: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ﴾ [سـورة الأنعام:54].

ترجمہ: تمہارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیاہے[1]۔

چنانچہ اللہ تعالی کا اپنے رسولوں اور فرمانبردار مومن بندوں کی نصرت ومدد کرنا ایسا حق ہے جسے اللہ نے اپنی ذات کریمہ پر واجب کر لیاہے، اور یہ نبوت کی حقانیت کی ایک دلیل بھی ہے، "جو انبیاء کی صداقت پر دلالت کرتی ہے اور ساتھ ہی ان کی اتباع کی رغبت پیدا کرتی اور ان کی مخالفت سے ڈراتی ہے، اس کے اندر انبیاء کی راست بازی کا علم بھی ہے اور خلق خدا کے لئے موعظت ونصیحت بھی"[2]۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے سورہ قصص میں انبیاء کے تمام أحوال وقصص کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾﴾ [سورۃ الشعراء:67-68].

ترجمہ: بے شک اس میں یقینا عظیم نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناوہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔

اللہ تعالی کا اپنے رسولوں کی مدد کرنے اور دشمنوں کو غارت کرنے میں نبوت کی حقانیت کی دلیل اس ناحیئے سے بھی ہے کہ اللہ تعالی زمین میں اپنے ان آثار ونقوش کو باقی رکھتاہے یہاں تک کہ ان کی آگہی اور جانکاری اس قدر پھیلتی ہے کہ تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے، عین اسی طرح جس طرح طوفان نوح اور فرعون اور اس کی قوم کی قرآبی کا علم تواتر کے ساتھ لوگوں کے مابین

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۳۲

[2] الجواب الصحیح: ۴/ ۲۷۴

مشہور ومعروف ہے[1]۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾﴾ [سورة الروم:9].

ترجمہ: اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انہوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "اس بات کا علم کہ روئے زمین پر ایسے لوگ رہے ہیں جنہوں نے اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا، کچھ نے ان کی اتباع کی اور کچھ نے ان کی مخالفت، نیز یہ کہ اللہ نے رسولوں اور مومنوں کی مدد کی اور انہیں سرمدی کامیابی سے نوازا، جب کہ دشمنوں کو عذاب وعقاب میں مبتلا کیا، یہ ایک واضح اور نمایاں ترین علم ہے، ان امور کی روایت وتاریخ بھی فارس اور عرب کے جاہلی بادشاہوں کے واقعات سے زیادہ واضح اور نمایاں ہیں، اور یونان کی تاریخ اور علم طب، علم نجوم اور یونانی فلسفہ کے ماہرین کی روداد سے کہیں زیادہ روشن وتاباں ہے"[2]۔

پنجم: گزشتہ نبی کا اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دینا:

---

[1] دیکھیں: شرح الأصفہانیۃ:۹۹

[2] شرح الأصفہانیۃ:۱۰۳، دیکھیں: شرح العقیدۃ الطحاویۃ:۱۱۹

نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ تمام سابقین انبیاء نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی، یہ ان کی صداقت کی دلیل ہے، اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:﴿وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾ فَإِن كُنتَ فِى شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾﴾ [سورة یونس:93-94].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا، باعزت ٹھکانا، اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا، پھر انھوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس علم آگیا، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ پھر اگر تو اس کے بارے میں کسی شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقینا تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا ہے، سو تو ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی کہ کیا ان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بہ طور سچا گواہ یہ کافی نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء اپنی زیر مطالعہ کتابوں میں اس قرآن کا ذکر پاتے ہیں..."[1]۔

---

(1) تفسیر ابن کثیر: ۵/۲۰۶

سابق نبی کا اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان کا ذکر ان کے نام، تاریخ ولادت، قبیلہ اور سن خروج کے ساتھ کرے، بلکہ ان کا ذکر اجمالی طور پر بھی ہو سکتا ہے، جس سے عوام روشناس ہوں اور علماء اس کی حقانیت سے مطلع رہیں۔

رسولوں کا مشن اور ان کی ذمہ داریاں:

قرآن کریم اور سنت نبویہ میں رسولوں کے مشن اور ان کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، ہم ذیل میں اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں:

۱-صاف طور پر دین پہنچانا: رسول بندوں کی طرف بھیجے ہوئے اللہ کے سفیر اور وحی الٰہی کے علمبردار ہوتے ہیں، ان کا اولین مشن یہ ہوتا ہے کہ اس امانت کو جسے انہوں نے اپنے دوش پر اٹھایا ہے، اسے بندگان الٰہی تک پہنچائیں: ﴿ ۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ ﴾ [سورة المائدة:67].

ترجمہ: اے رسول! پہنچادے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تُونے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔

۲-اللہ کی طرف دعوت دینا: رسولوں کا مشن صرف یہی نہیں کہ حق کو بیان کیا جائے اور اسے لوگوں تک پہنچایا جائے، بلکہ ان کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اپنی دعوت قبول کرنے پر آمادہ کریں، اپنی بات ماننے کی انہیں دعوت دیں، اور اس دعوت کو اعتقادی، قولی اور عملی ہر طرح سے ان کے اندر راسخ کرے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَۖ ﴾ [سورة النحل:36].

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

۳- خوش خبری دینا اور ڈرانا: رسولوں کی دعوت ہمیشہ بشارت دینے اور ڈرانے سے عبارت ہوتی ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا نُرۡسِلُ ٱلۡمُرۡسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَۖ﴾ [سورة الأنعام:48].

ترجمہ: اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے کے طور پر۔

۴- نفوس کی اصلاح اور ان کا تزکیہ: اللہ تعالی اپنے بندوں پر مہربان ہے، اس کی رحمت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اللہ اپنی وحی کے ذریعہ انسانی نفوس میں روح پھونکتا ہے اور وحی کے نور سے ان نفوس کو منور کرتا ہے۔ ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ رُوحٗا مِّنۡ أَمۡرِنَاۚ مَا كُنتَ تَدۡرِي مَا ٱلۡكِتَٰبُ وَلَا ٱلۡإِيمَٰنُ وَلَٰكِن جَعَلۡنَٰهُ نُورٗا نَّهۡدِي بِهِۦ مَن نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَاۚ﴾ [سورة الشورى:52].

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں ۔

۵- منحرف شدہ افکار اور باطل عقائد کی اصلاح: نوع انسانی اپنی ابتداء خلقت میں فطرت سلیمہ پر قائم تھی، ایک اللہ کی عبادت کرتی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتی، جب وہ اس راہ سے بھٹک گئی اور اختلاف وافتراق کا شکار ہوگئی تو اللہ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ لوگوں کو پھر سے جادۂ حق پر لایا جاسکے ، اللہ فرماتا ہے: ﴿كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ [سورة البقرة:213].

ترجمہ: سب لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے (بھیجے)۔

٦- حجت قائم کرنا: اللہ تعالی سے زیادہ کسی کو معذرت طلبی محبوب نہیں، اللہ تعالی نے رسولوں کو بھیجا اور کتابیں نازل کی تاکہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے۔﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ١٦٥﴾ [سورة النساء:165].

ترجمہ: ایسے رسول جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

٧- امت کی رہنمائی اور قیادت: جو لوگ رسولوں کی بات مانتے اور ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، وہ جماعت اور امت کی شکل اختیار کر لیتے ہی، انہیں کسی قائد اور رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کی رہنمائی کرے اور ان کے معاملات کی تدبیر اور دیکھ رکھ پر مامور ہو، اس ذمہ داری کو اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اپنی زندگی میں بخوبی ادا کرتے ہیں، وہ اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:﴿فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُۖ﴾ [سورة المائدة:48].

ترجمہ: پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا[1]۔

---

[1] دیکھیں: الرسل والرسلات، تالیف: ڈاکٹر عمر الأشقر: ٤٣-٤٥

رسولوں پر ایمان لانے کے ثمرات وفوائد:

۱-اس بات کا علم کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

۲-رسولوں کو مبعوث کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ان کے ذریعہ حجت قائم کرتا ہے، ان کے اخلاق واطوار سے لوگ واقف ہوتے ہیں، وہ انسانوں میں سے ہی ہوتے ہیں لیکن کھاتے پیتے اور بازار میں چلتے بھی ہیں، اللہ نے انہیں فرشتہ نہیں بنایا۔

۳-اس نعمت (رسولوں کی بعث) پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔

۴-رسولوں سے محبت کی جائے، ان کی تعظیم اور ثناء کی جائے[1]۔

۵-اللہ کے معزز رسولوں پر ایمان لایا جائے۔

---

[1] دیکھیں: شرح أصول الایمان للشیخ محمد بن صالح العثیمین: ۳۸-۳۹

ایمان کا پانچواں رکن:

آخرت کے دن پر ایمان لانا

آخرت کے دن اور اس کی ہولناکیوں اور مشاہد ومناظر پر ایمان لانا، جس کا آغاز برزخ کی زندگی سے ہوتا ہے اور اس کے بعد بعث، حشر ونشر، حساب وکتاب اور جنت وجہنم کے مراحل ہیں.....ایک حتمی اور یقینی ضرورت ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کے عدل وحکمت پر ایمان لانا اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ ان چیزوں پر ایمان لایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿أَمۡ حَسِبَ ٱلَّذِينَ ٱجۡتَرَحُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ أَن نَّجۡعَلَهُمۡ كَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ سَوَآءٗ مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡۚ سَآءَ مَا يَحۡكُمُونَ ﴿٢١﴾﴾ [سورة الجاثية:21].

ترجمہ: یا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انہوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہو گا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔

اس عظیم کائنات اور اس کے اندر موجود ربوبیت والوہیت کے دلائل پر غور کرنے والا یقینی طور پر اس بات سے آشنا ہو جاتا ہے کہ یہ کائنات یوں ہی بے کار نہیں پیدا کی گئی[1]۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿أَفَحَسِبۡتُمۡ أَنَّمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ عَبَثٗا وَأَنَّكُمۡ إِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُونَ ﴿١١٥﴾﴾ [سورة المؤمنون:115].

---

(1) دیکھیں: شرح العقیدۃ الطحاویۃ:۴۶۳، العقیدۃ الاسلامیۃ واسسہا:۲۲۱-۳۲۷

ترجمہ: تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ ۔

آخرت پر ایمان لانا در اصل اس غیب پر ایمان لانا ہے جس پر ایمان لانے والوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے: ﴿الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ ۝٢ ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ ۝٣﴾ [سورة البقرة:1-3].

ترجمہ: الم۔ یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انہیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ درج ذیل اُمور پر بھی ایمان لایا جائے:

پہلا نقطہ: قیامت کی نشانیوں پر ایمان لانا، جو کہ یہ ہیں:

۱- بعثِ رسول ﷺ کیوں کہ آپ ﷺ کی حدیث ہے: ""میں اور قیامت یوں بھیجا گیا ہوں۔ "اور اپنے شہادت کی اور بیچ کی انگلی ملاتے"۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے[1]۔

۲- لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، ننگے بدن، ننگے پاؤں رہنے والے غریب ونادار اور بکری چرانے والے لوگ عمارت سازی میں فخر ومباہات کرنے لگیں گے۔

۳- فرات میں ایک سونے کا پہاڑ نمودار ہو گا جس کی خاطر لوگ آپس میں لڑائی اور قتال کریں گے، صحیح مسلم میں اَبو ھریرۃ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" قریب ہے کہ فرات میں

---

(1) صحیح بخاری:۵۳۰۱، صحیح مسلم:۲۹۵۰

ایک سونے کا پہاڑ نمودار ہو۔ لوگ اس کے لیے لڑیں گے تو ہر سینکڑے میں سے (یعنی فیصدی) ننانوے مارے جائیں گے اور ہر شخص یہ کہے گا کہ میں شاید بچ جاؤں۔"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:"جو شخص اس وقت حاضر ہو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے"[1]۔

۴-دھواں، اللہ فرماتاہے :﴿فَٱرۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَأۡتِي ٱلسَّمَآءُ بِدُخَانٖ مُّبِينٖ ١٠﴾ [سورة الدخان:10].

ترجمہ: پس اے میرے نبی! آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان کی طرف سے ایک صاف دھواں آئے گا۔

۵-فتنوں، اضطراب وبے امنی، عجائب اور بد اخلاقی کا ظہور ہو گا، جیسا کہ امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیاہے کہ: نبی کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ لیکن میں تمہیں اس کی نشانیوں اور اس کے واقع ہونے سے پہلے کے حالات کے بارے میں بتا دیتا ہوں، اس سے پہلے فتنوں اور ہرج کا ظہور ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ، فتنہ کا مطلب تو ہم سمجھ گئے ، البتہ ہرج کا مطلب ہمیں سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا: (حبشی زبان میں ہرج سے مراد قتل ہے)۔ آپ نے فرمایا: (لوگوں کے درمیان تجاہل عارفانہ عام ہو جائے گا، چنانچہ وہ ایک دوسرے کو پہچاننے سے انکار کریں گے)۔

---

[1] صحیح بخاری:۷۱۱۹، صحیح مسلم:۲۸۹۴

۶- تین بار زمین کا دھنسنا، یمن سے آگ کا نمودار ہونا جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کرلے جائے گی، صحیح مسلم میں حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے، اس وقت ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: پھر ذکر کیا دھوئیں کا اور دجال کا اور زمین کے جانور کا اور پچھم سے آفتاب کے نکلنے کا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا اور تین جگہ زمین دھنسنے کا، ایک مشرق میں، دوسرے مغرب میں، تیسرے جزیرہ عرب میں اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہو گی جو لوگوں کو یمن سے نکالے گی اور ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی"۔

۷- دجال کا ظہور: دجال کے ذکر، اس کی توصیف، اور اس سے ہوشیار رہنے کے سلسلے میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، لیکن ہم یہاں امام مسلم [1] کی روایت کردہ حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

اس کے صفت یہ ہوگی:

- جوان گھونگریالے بالوں والا ہوگا۔
- داہنے آنکھ کا کانا ہوگا۔
- اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں کافر لکھا ہوگا (ک ف ر) جسے ہر مسلمان خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ، پڑھ لے گا۔
- اس کی آنکھ پر چمڑا یا گوشت ہوگا جس سے اس کی آنکھ ڈھک جائے گی۔ وہ چالیس دن کے اندر ہر بستی میں جائے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، مکہ اور مدینہ کے نواحی میں فرشتے مقرر ہیں جو دجال کو

---

[1] صحیح مسلم: ۱۶۹-۲۹۳۴

وہاں جانے سے روکیں گے۔ مدینہ کے اندر تین دفعہ زلزلہ آئے گا جس سے تمام کافر اور منافق وہاں سے نکل جائیں گے۔

- جو آدمی سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت کرے گا، وہ اس کے شر سے محفوظ رہے گا، وہ نکلے گا شام اور عراق کی راہ سے تو خرابی ڈالے گا داہنے اور فساد اٹھائے گا بائیں۔ وہ زمین پر چالیس دن تک رہے گا۔ ایک دن ان میں سے ایک سال کے برابر ہو گا اور دوسرا ایک مہینے کے اور تیسرا ایک ہفتے کے اور باقی دن جیسے یہ ہمارے دن ہیں۔ جو دن ہمارے دنوں سے بڑا ہو گا اس دن آج ہم جتنی دیر کے بعد نماز پڑھتے ہیں، اسی کے مطابق اندازہ کیا جائے گا۔ سب سے پہلے دجال مدینہ سے قریب مقام جرف میں نمودار ہو گا، مدینہ کے منافق اس کے پاس جمع ہو جائیں گے، لوگ اس سے خائف ہو کر پہاڑوں کی طرف نکل جائیں گے، اس وقت عربوں کی تعداد کم ہو گی، اصبہان کے ستر ہزار یہودی اس کے تابع اور پیروکار ہوں گے [1]۔

- زمین میں اس کی سرعت رفتار ایسی ہو گی گویا بارش جسے ہوا کے جھونکے اڑا رہے ہوں۔

- اس کے ساتھ فتنوں کا سامان ہو گا جس سے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرے گا، لوگ اس کی بات میں آجائیں گے، ان پر آسمان سے بارش ہو گی، زمین سے پھل اور میوے نکلیں گے اور چوپایوں کے تھن ان کے لئے دودھ سے لبالب ہو جائیں گے۔

- دجال ویران زمین پر نکلے گا تو اس سے کہے گا: اے زمین! اپنے خزانے نکال۔ تو وہاں کے مال اور خزانے نکل کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے ۔

- دجال کے حکم سے آدمی کو دو ٹکڑا کیا جائے گا، پھر دجال اس کے پاس گزرے گا تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔

---

(1) صحیح مسلم: ۲۹۳۷، دیکھیں: مختصر معارج القبول للشیخ حافظ احمد الحکمی: ۱۷۵

- پھر دجال ایک جوان مرد کو بلائے گا اور اس کو تلوار سے مارے گا اور دو ٹکڑے کر ڈالے گا جیسا نشانہ دو ٹوک ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو زندہ کر کے پکارے گا۔ سو وہ جوان سامنے آئے گا۔ چہرہ دمکتا ہوا اور ہنستا ہوا ۔ دجال اسی حال میں ہو گا کہ عیسی ابن مریم کا ظہور ہو گا اور وہ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اس کو باب لد پر پائیں گے (لد شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے) چنانچہ اس کو قتل کریں گے۔

7- عیسی مسیح کا نزل : اللہ فرماتا ہے:﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ١٥٩ ﴾ [سورة النساء:159].

ترجمہ: اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہو گا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے، کچھ دن زندہ رہیں گے، پھر انہیں موت آجائے، کیوں کہ ان پر تمام اہل کتاب کے ایمان لانے سے قبل ہی انہیں اٹھالیا گیا۔

- حضرت عیسی علیہ السلام دمشق کے سفید مشرقی مینار کے پاس اتریں گے، ان کی سانس میں یہ اثر ہو گا کہ جس کافر کو لگ جائے گی وہ مر جائے گا، اور ان کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر کام کرے گی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام چلیں گے یہاں تک کہ اس (دجال) کو باب لد کے پاس پکڑ لیں گے، وہاں اسے قتل کریں گے، پھر دجال کے قتل کے بعد اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے شر سے بچا رکھا ہو گا، ان کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر انہیں تسلی دیں گے، اور ان سے جنت میں ان کے درجات بیان کریں گے، یہ لوگ ابھی اسی کیفیت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی نازل کرے گا: اے عیسیٰ! میں نے اپنے کچھ ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی طاقت کسی میں نہیں، تو میرے بندوں کو

طور پہاڑ پر لے جا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجے گا۔ یہ تفصیلات نواس بن سمعان سے مروی صحیح مسلم کی روایت میں آئی ہیں[1]۔

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں باب ذکر الدجال وصفتہ ومامعہ کے تحت روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۷۲۹۳، حدیث کا ترجمہ یوں ہے: "نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو اس میں آپ نے کبھی بہت دھیما لہجہ استعمال کیا اور کبھی زور سے کہا، آپ کے اس بیان سے ہم یہ محسوس کرنے لگے کہ جیسے وہ انہی کھجوروں میں چھپا ہوا ہے، پھر جب ہم شام کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے چہروں پر خوف کے آثار کو دیکھ کر فرمایا: "تم لوگوں کا کیا حال ہے"؟ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے جو صبح کے وقت دجال کا ذکر فرمایا تھا اور جس میں آپ نے پہلے دھیما پھر تیز لہجہ استعمال کیا تو اس سے ہمیں یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ وہ انہی کھجوروں کے درختوں میں چھپا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے تم لوگوں پر دجال کے علاوہ اوروں کا زیادہ ڈر ہے، اگر دجال میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں تم سب کی جانب سے اس کا مقابلہ کروں گا، اور اگر میرے بعد ظاہر ہوا تو ہر انسان اس کا مقابلہ خود کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے (یعنی ہر مسلمان کا میرے بعد ذمہ دار ہے) دیکھو دجال جوان ہوگا، اس کے بال بہت گھنگریالے ہوں گے، اس کی ایک آنکھ اٹھی ہوئی اونچی ہوگی گویا کہ میں اسے عبد العزی بن قطن کے مشابہ سمجھتا ہوں، لہٰذا تم میں سے جو کوئی اسے دیکھے اسے چاہیئے کہ اس پر سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے، دیکھو! دجال کا ظہور عراق اور شام کے درمیانی راستے سے ہوگا، وہ روئے زمین پر دائیں بائیں فساد پھیلاتا پھرے گا، اللہ کے بندو! ایمان پر ثابت قدم رہنا"۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کتنے دنوں تک زمین پر رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینہ کے اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے"۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا اس دن میں جو ایک سال کا ہوگا ہمارے لیے ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "(نہیں بلکہ) تم اسی ایک دن کا اندازہ کر کے نماز پڑھ لینا"۔ ہم نے عرض کیا: زمین میں اس کے چلنے کی رفتار آخر کتنی تیز ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا" :اس بادل کی طرح جس کے پیچھے ہوا ہو، وہ ایک قوم کے پاس آکر انہیں اپنی الوہیت کی طرف بلائے گا، تو وہ قبول کرلیں گے، اور اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ آسمان کو بارش کا حکم دے گا، تو وہ برسے گا، پھر زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، اور جب اس قوم کے جانور شام کو چر کر واپس آیا کریں گے تو ان کے کوہان پہلے سے اونچے، تھن زیادہ دودھ والے، اور کوکھیں بھری ہوں گی، پہلو بھرے بھرے ہوں گے، پھر وہ ایک دوسری قوم کے پاس جائے گا، اور ان کو اپنی طرف دعوت دے گا، تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے، آخر یہ دجال وہاں سے واپس ہوگا، تو صبح کو وہ قوم قحط میں مبتلا ہوگی، اور ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہے گا، پھر دجال ایک ویران جگہ سے گزرے گا، اور اس سے کہے گا: تو اپنے خزانے نکال، وہاں کے خزانے نکل کر اس طرح اس کے ساتھ ہو جائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں (اپنے) بادشاہ کے پیچھے

چلتی ہیں، پھر وہ ایک ہٹے کٹے نوجوان کو بلائے گا، اور تلوار کے ذریعہ اسے ایک ہی وار میں قتل کرکے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، ان دونوں ٹکڑوں میں اتنی دوری کر دے گا جتنی دوری پر تیر جاتا ہے، پھر اس کو بلائے گا تو وہ شخص زندہ ہو کر روشن چہرہ لیے ہنستا ہوا چلا آئے گا، الغرض دجال اور دنیا والے اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے سفید مشرقی مینار کے پاس دو زرد ہلکے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے، جو زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے ہوں گے، اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے، جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپکیں گے، اور جب سر اٹھائیں گے تو اس سے پانی کے قطرے موتی کی طرح گریں گے، ان کی سانس میں یہ اثر ہو گا کہ جس کافر کو لگ جائے گی وہ مر جائے گا، اور ان کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر کام کرے گی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام چلیں گے یہاں تک کہ اس (دجال) کو باب لد کے پاس پکڑ لیں گے، وہاں اسے قتل کریں گے، پھر دجال کے قتل کے بعد اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے شر سے بچا رکھا ہو گا، ان کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر انہیں تسلی دیں گے، اور ان سے جنت میں ان کے درجات بیان کریں گے، یہ لوگ ابھی اسی کیفیت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی نازل کرے گا: اے عیسیٰ! میں نے اپنے کچھ ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی طاقت کسی میں نہیں، تو میرے بندوں کو طور پہاڑ پر لے جا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجے گا، اور وہ لوگ ویسے ہی ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "من کل حدب ینسلون"۔ یہ لوگ ہر ٹیلے پر سے چڑھ دوڑیں گے۔ ان میں کے آگے والے طبریہ کے چشمے پر گزریں گے، تو اس کا سارا پانی پی لیں گے، پھر جب ان کے پچھلے لوگ گزریں گے تو وہ کہیں گے: کسی زمانہ میں اس تالاب کے اندر پانی تھا، اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی طور پہاڑ پر حاضر رہیں گے ، ان مسلمانوں کے لیے اس وقت بیل کا سر تمہارے آج کے سو دینار سے بہتر ہو گا، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، چنانچہ اللہ یاجوج وماجوج کی گردن میں ایک ایسا پھوڑا نکالے گا، جس میں کیڑے ہوں گے، اس کی وجہ سے (دوسرے دن) صبح کو سب ایسے مرے ہوئے ہوں گے جیسے ایک آدمی مرتا ہے، اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی طور پہاڑ سے نیچے اتریں گے اور ایک بالشت کے برابر جگہ نہ پائیں گے، جو ان کی بدبو، خون اور پیپ سے خالی ہو، عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن کی مانند پرندے بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا وہاں پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ (سخت) بارش نازل کرے گا جس سے کوئی پختہ یا غیر پختہ مکان چھوٹنے نہیں پائے گا، یہ بارش ان سب کو دھو ڈالے گی، اور زمین کو آئینہ کی طرح بالکل صاف کر دے گی، پھر زمین سے کہا جائے گا کہ تو اپنے پھل اگا، اور اپنی برکت ظاہر کر، تو اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھا کر آسودہ ہو گی، اور اس انار کے چھلکوں سے سایہ حاصل کریں گے اور دودھ میں اللہ تعالیٰ اتنی برکت دے گا کہ ایک اونٹنی کا دودھ کئی جماعتوں کو کافی ہو گا، اور ایک دودھ دینے والی گائے ایک قبیلہ کے لوگوں کو کافی ہو گی، اور ایک دودھ دینے والی بکری ایک چھوٹے قبیلے کو کافی ہو گی، لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا وہ ان کی بغلوں کے تلے اثر کرے گی اور ہر مسلمان مرد وعورت کی روح قبض کرے

۹- یاجوج وماجوج: یہ زمین میں فساد برپا کرنے والی قوم ہے، وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ۔

-اللہ فرماتا ہے: ﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ۝٩٦ وَٱقْتَرَبَ ٱلْوَعْدُ ٱلْحَقُّ ﴾ [سورۃ الأنبياء:96-97]

ترجمہ: یہاں تک کہ جب یاجوج اورماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اور سچاوعدہ بالکل قریب آجائے گا۔

-ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ مسلم [1] کی روایت کردہ نواس بن سمعان کی روایت کے مطابق "ان میں کے آگے والے طبریہ کے چشمے پر گزریں گے، تو اس کا سارا پانی پی لیں گے، پھر جب ان کے پچھلے لوگ گزریں گے تو وہ کہیں گے: کسی زمانہ میں اس تالاب کے اندر پانی تھا"۔

۱۰- پچھم سے سورج کا طلوع ہونا اور جانور کا نمودار ہونا، ان میں سے جس نشانی کا ظہور پہلے ہو گا، اس کے بعد ہی دوسری نشانی بھی برپا ہو گی، جب سورج پچھم سے طلوع ہو گا تو اس وقت کافروں کا ایمان لانا کام نہ آئے گا، اور نہ ہی کسی کا توبہ نفع بخش ہو گا، یہ صحیح مسلم کی روایت میں ثابت ہے [2]۔

دوسرا نقطہ: قبر کی نعمت اور عذاب پر ایمان لانا

کچھ گمراہ اور منحرف لوگ اب تک قبر کی نعمت اور عذاب کا انکار کرتے ہیں، جب کہ یہ شرعی اور عقلی دونوں طور پر باطل اور بے بنیاد ہے:

گی، اور ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو جھگڑالو ہوں گے، اور گدھوں کی طرح لڑتے جھگڑتے یا اعلانیہ جماع کرتے رہیں گے، تو انہی (شریر) لوگوں پر قیامت قائم ہوگی"۔

[1] صحیح مسلم: ۷/ ۲۹۳

[2] دیکھیں: مختصر معارج القبول للشیخ حافظ بن احمد آل حکمی: ۱۴۵

شرعی طور پر اس لئے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:" رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مدینہ یا مکے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جارہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ ایک شخص ان میں سے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے (کھجور کی) ایک ڈالی منگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ ﷺ نے کیوں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے"[1]۔

حسی طور پر اس لئے قبر کے عذاب اور نعمت کا انکار درست نہیں کہ آدمی نیند میں یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک کشادہ اور وسیع و عریض جگہ پر خوشیاں منا رہا اور نعمتوں سے شاد کام ہو رہا ہے، اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ وہ ایک خوفناک اور تنگ مقام پر عذاب میں مبتلا ہے۔(جب حالت نیند میں یہ ممکن ہے تو عالم برزخ میں کیوں نہیں؟)۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾ [سورة الزمر:42].

[1] صحیح بخاری: کتاب الوضوء- باب من الکبائر ألا یستتر من بولہ، حدیث نمبر: ۲۱۶

ترجمہ: اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

تیسرا نقطہ: صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس دن تک رہے گا.... پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ ان کی شکل عروہ بن مسعود کی سی ہے۔ وہ دجال کو ڈھونڈیں گے اور اس کو ماریں گے...۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا شام کی طرف سے تو زمین پر کوئی ایسا نہ رہے گا جس کے دل میں رتی برابر ایمان یا بھلائی ہو مگر یہ ہوا اس کی جان نکال لے گی یہاں تک کہ اگر کوئی تم میں سے پہاڑ کے کلیجہ میں گھس جائے تو وہاں بھی یہ ہوا پہنچ کر اس کی جان نکال لے گی۔ "سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے" :... پھر شیطان ایک صورت بنا کر ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: تم شرم نہیں کرتے۔ وہ کہیں گے: پھر تو کیا حکم دیتا ہے ہم کو؟ شیطان کہے گا بت پرستی کرو۔ پھر صور پھونکا جائے گا... اور سب سے پہلے صور کو وہ سنے گا جو اپنے اونٹوں کے حوض پر کلاوہ کرتا ہو گا۔ وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ پانی برسائے گا جو نطفہ کی طرح ہو گا۔ اس سے لوگوں کے بدن اگ آئیں گے۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا: اے لوگو! اپنے مالک کے پاس آؤ۔ کھڑا کرو ان کو، ان سے سوال ہو گا، پھر کہا جائے گا: ایک لشکر نکالو دوزخ کے لیے۔ پوچھا جائے گا: کتنے لوگ؟ حکم ہو گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے نکالو دوزخ کے لیے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :یہی وہ دن ہے جو بچوں کو

بوڑھا کر دے گا (ہیبت اور مصیبت سے یا درازی سے) اور یہی وہ دن ہے جب پنڈلی کھلے گی۔[1]"۔

چوتھا نقطہ: بعث بعد الموت اور جزاو سزا پر ایمان لانا

بعث کا لغوی معنی: بھیجنا، کہتے ہیں بعثہ وابتعثہ فانبعث، جس کے معنی بھیجنے کے ہوتے ہیں[2]۔ اس کا ایک معنی تیز رفتاری بھی ہوتا ہے، کہتے ہیں: انبعث فی السیر، یعنی: تیز رفتاری سے چلنا[3]۔

ایک معنی موت کے بعد زندہ کرنے کے بھی ہوتا ہے[4]۔ ابھارنے، پھیلانے اور حرکت دینے کے معنی میں بھی لفظ بعث مستعمل ہے[5]۔

اصطلاحی تعریف: بعث سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد جسم کو زندہ کیا جائے اور اس میں روح ڈالی جائے، جو کہ اس وقت ہوگا جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "بعث سے مراد برزخ کے بعد کی زندگی اور قیامت کے دن روح اور جسم کا اٹھ کھڑا ہونا ہے"[6]۔

---

[1] صحیح مسلم: ۲۹۴۰

[2] الصحاح: ۲۷۳/۱، دیکھیں: لسان العرب: ۱۱۶/۲، القاموس المحیط: ۲۱۱

[3] لسان العرب: ۱۱۷/۲

[4] دیکھیں: سابق مرجع۔ الصحاح: ۲۷۳/۱

[5] دیکھیں: الصحاح: ۲۷۳/۱

[6] تفسیر ابن کثیر: ۶۱۴/۴

نیز یہ کہ ان جسموں کو ان کی ذات اور صفات کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جائے گا، امام قرطبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "بلا اختلاف تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ان دنیاوی جسموں کو ان کی ذات اور صفات کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔[1]"

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن جسموں کو زندہ کرے گا اور ان میں روح ڈالے گا"[2]۔

بلکہ دوبارہ اٹھائے جانے کا عقیدہ تمام اقوام وملل کے نزدیک متفق علیہ نظریہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "مسلمانوں اور یہود ونصاری اس بات پر متفق ہیں کہ جسموں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا"[3]۔ ہمارے اسلاف کا یہ عقیدہ ہے کہ جسم مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنے آغاز میں تھا[4]۔ سوائے ریڑھ کی ہڈی کے، جیسا کہ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمام آدمی کے بدن کو زمین کھا جاتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے۔ اس سے آدمی پہلی دفعہ بنایا گیا اور اسی سے پھر پیدا کیا جائے گا"[5]۔ انسانی جسم کا مٹی میں ملکر مٹی بن جانا کوئی ناممکن امر نہیں۔ کیوں کہ نطفہ (پانی کا قطرہ)

---

[1] التذکرۃ:۱۸۲

[2] الأصول والفروع:۱۶

[3] مجموع الفتاوی:۴/ ۲۸۴، نیز دیکھیں:۴/ ۲۶۲، ۳۱۳-۳۱۵، تفسیر الرازی:۱۷/ ۷، یقظۃ أولی الاعتبار:۲۳ومابعدہ۔ اس سلسلے میں نصرانی فرقہ صدوقیین کے علاوہ کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، جیسا کہ اشقر نے اپنی کتاب الیوم الآخر میں ذکر کیا ہے: ۹۲-۹۴، ان کا یہ قول انجیل متی کے اصحاح ۲۲ میں فقرہ ۲۳ کے تحت مذکور ہے۔

[4] انبیاء وشہداء کے اجسام مستثنی ہیں، جن کے تعلق سے بہ طور خاص دلیل وارد ہوئی ہے۔ دیکھیں: کتاب حدیث جابر رضی اللہ عنہ:۲۱۱

[5] صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ- باب مابین النفختین:۲۹۵۵، سنن أبو داود: کتاب السنۃ- باب ذکر البعث والصور:۴۷۴۳، سنن نسائی: کتاب الجنائز- باب أرواح المؤمنین:۲۰۷۷

علقہ اور مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) میں بدل جاتا ہے جس سے مکمل انسان وجود میں آتا ہے۔اسی طرح اس کی زندگی کے مختلف مراحل پر آپ غور کر لیجئے، پہلے وہ بچہ ہوتا ہے، پھر جوانی آتی ہے، اس کے بعد بڑھاپا آتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا ہے، جب انسان مٹی میں مل کر خاک ہو جائے گا تو اسے از سر نو پیدا کیا جائے گا[1]۔

ہر چند کہ تمام شریعت میں بعث بعد الموت کی خبر دی گئی ہے اور اس پر زور ڈالا گیا ہے، اس کے باوجود کچھ لوگوں نے اس کا انکار کیا اور اس کی تاویل یہ کی جسم کے بجائے روح کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس انکار اور تاویل کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ناقص عقل کو یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بعث بعد الموت کے سلسے میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: روح اور جسم دونوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کا اثبات: یہ صحابہ وتابعین اور ان کے منہج پر چلنے والے تمام اسلاف امت کا عقیدہ ہے، بلکہ یہ ایسا عقیدہ ہے جس پر تمام مسلمانوں اور ان کے علاوہ دیگر ملتوں جیسے یہود نصاری کا اتفاق ہے۔

دوسری قسم: روح اور جسم دونوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار: یہ عرب ویونان اور ہندوستان کے مشرکوں کا عقیدہ ہے، جو کہ قرآن میں بھی مذکور ہے۔

تیسری قسم: وہ لوگ جو صرف جسم کو دوبارہ زندہ کئے جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں: اس قول کو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جہمیہ ومعتزلہ کے بہت سارے اہل کلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

---

[1] دیکھیں: شرح العقدۃ الطحاویۃ: ۴۷۱

چوتھی قسم: یہ عقیدہ کہ جسم کے بجائے صرف روح کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا: ارسطو[1]، ابن سینا[2]، فارابی[3] جیسے فلاسفہ کے شاگردوں اور متبعین کا عقیدہ ہے، دیگر منافقین، بے دین، مجوسی اور باطنی[4] فرقے بھی اسی عقیدہ کے حامل ہیں[5]۔

ابن سیناوغیرہ نے صراحت کے ساتھ جسم کے دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا ہے۔

---

[1] قدیم یونانی فلاسفہ میں سب سے مشہور فلسفی ہے، اسے امیر الفلسفہ کا لقاب دیا گیاہے، اس کی ولادت ۳۸۴ق۔م میں اور وفات ۳۲۲ق۔ میں ہوئی، فلسفہ کے دور ترقی میں انہوں نے ایتھنا کو جائے سکونت بنالیا، افلاطون اس کا استاد تھا، جس کے پاس انہوں نے تقریبا ۲۰سالوں تک زانوئے تلمذتہ کیا، پھر اچانک اس سے جدا ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کے دشمنوں کو زبان درازی اور نقد وتبصرہ کرنے کا موقع مل گیا، اسے معلم اول کالقب دیا گیا، الاہیات اور طبعیات سے متعلق اس کی بہت سی تالیفات ہیں، دیکھیں: دائرۃ معارف القرن العشرین:۱/۱۶۴-۱۶۹

[2] حسین بن عبد اللہ بن سینا أبو علی، ایک فلسفی تھا، وہ أصلا بلخ سے ہے، اس کی پیدائش بخاری کی ایک بستی میں سنہ ۳۷۰ھ کے اندر ہوئی۔ اس کی وفات ۴۳۸ھ میں ہوئی۔ اس نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ مسلمان ہے، البتہ الحاد ودہریت کو اپنے باطن میں چھپائے رکھا، ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: "ابن سیناخود اپنے بارے میں کہتاہے کہ: میں اور میرے والد حاکم کی دعوت کے پیروہیں، اور وہ قرامطہ میں سے تھا جو نہ تو ابتداء خلق پر ایمان رکھتا تھا اور نہ ہی دوبارہ پیدا کئے جانے پر، اور نہ ہی خالق وپالنہار کو مانتا تھا اور نہ ہی رسول کی بعثت ورسالت پر"۔ اغاثۃ اللھفان: ۲/۸۰، اس کی بہت سی تالیفات ہیں جو کفر والحاد سے بھرپور ہیں، ان میں اس کی کتاب المعاد، الشفا اور القانون وغیرہ بھی شامل ہیں۔ دیکھیں: الاعلام للزرکلی:۲/۲۴۱-۲۴۲

[3] محمد بن محمد بن طرخان بن اوزلغ، أبو نصر الفارابی، جس کالقب معلم ثانی ہے، وہ بھی ایک مسلمان فلسفی کہلاتاہے، اس کی پیدائش فاراب میں سنہ ۲۶۰ھ میں ہوئی، نشوونما بغداد میں ہوئی اور وہیں اس نے اپنی بیشتر کتابیں تالیف کی، اس کی مؤلفات میں الفصوص اور آراء أھل المدینۃ الفاضلۃ شامل ہیں۔ اس کی وفات سنہ ۳۳۹ھ میں دمشق کے اندر ہوئی۔ دیکھیں: الاعلام للزرکلی:۷/۲۰

[4] باطنی فرقہ: یہ ایک اباحی فرقہ ہے جس کے مؤسس میمون بن دیصان ہیں جو قداح کے نام سے مشہور ہے، اس کا دعوی ہے کہ وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق کی نسل سے ہے، مجوسیوں سے اس کا تعلق تھا جو آخرت کے دن حر ایمان نہیں رکھتے، ان کے عقیدہ سے یہ لازم آتاہے کہ شریعت بے معنی ہے اور کوئی انسان کسی چیز کا مکلف نہیں، اس کے مختلف فرقے ہیں جن میں صباحیہ، ناصریہ، قرامطہ اور بابکیہ شامل ہیں......دیکھیں: اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین:۱۱۸-۱۲۵

[5] دیکھیں: الجواب الصحیح:۴/۹۶-۱۰۰، مجموع الفتاوی:۴/۳۱۳-۳۱۵، المواقف:۱۷۳-۳۷۴، القیامۃ الکبری:۱۷-۲۷

اس گمراہی کی بنیاد قیاس فاسد پر ہے، ان فلاسفہ نے اپنی عقل سے رب تعالی کی قدرت کو انسانی قدرت کی میزان پر رکھ کر دیکھا، جس کے نتیجے میں انہیں دوبارہ زندہ کئے جانے کا نظریہ نا ممکن معلوم ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن میں بعث بعد الموت کے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے تین اصولوں پر زور دیا گیا ہے:

پہلا اصول: کمال علم کو ثابت کرنا:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا۟ مِنْهُ مِن قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾﴾ [سورة يونس: 61].

ترجمہ: اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔

یہ آیت ان آیتوں کے بعد وارد ہوئی ہے جن میں بعث بعد الموت کو ثابت کیا گیا ہے، مثلا اللہ تعالی کا یہ فرمان دیکھ لیجئے: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِىَ خَلْقَهُۥ ۖ قَالَ مَن يُحْىِ ٱلْعِظَٰمَ وَهِىَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا ٱلَّذِىٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾﴾ [سورة يس: 78-79].

ترجمہ: اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟۔

دوسرا اصول: کمال قدرت کو ثابت کرنا:

جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں وارد ہوا ہے: ﴿أَوَلَيْسَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ ٱلْخَلَّٰقُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾﴾ [سورة يس:81-82].

ترجمہ: اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے "ہو جا" اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

تیسرا اصول: کمال حکمت کو ثابت کرنا:

اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾﴾ [سورة المؤمنون:115].

ترجمہ: وکیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟

نیز اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾﴾ [سورة القيامة:36].

ترجمہ: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟۔

بعث بعد الموت کو ثابت کرنے اور اس کے منکرین کی تردید میں بہت سی دلائل وارد ہوئی ہیں، ان میں کچھ دلائل ایسے ہیں جن سے بعث بعد الموت کے ممکن ہونے اور کچھ سے اس کے واقع ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے ،فرمان باری تعالی ہے:

﴿ ۞ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ خَرَجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ ٱلْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ ٱللَّهُ مُوتُوا۟ ثُمَّ أَحْيَٰهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾﴾ [سورة البقرة: 243].

ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، جب کہ وہ کئی ہزار تھے، تو اللہ نے ان سے کہا مر جائو، پھر انہیں زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

نیز اللہ ارشاد فرماتا ہے:﴿ أَوْ كَٱلَّذِى مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْىِۦ هَٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِا۟ئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُۥ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِا۟ئَةَ عَامٍ فَٱنظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَٱنظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَٱنظُرْ إِلَى ٱلْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾﴾[سورۃ البقرۃ:259].

ترجمہ: یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی، اس نے کہا اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو (۱۰۰) سال تک موت دے دی،

پھر اسے زندہ کیا، فرمایا تو کتنی دیر رہا ہے؟ اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ فرمایا بلکہ تو سو (۱۰۰) سال رہا ہے، سو اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزیں دیکھ کہ بگڑی نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ اور تا کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور ہڈیوں کو دیکھ ہم انہیں کیسے اٹھا کر جوڑتے ہیں، پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس کے لیے خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ بھی بہت سے دلائل ہیں جنہیں ان کی مناسب جگہوں پر ذکر کیا گیا ہے[1]۔

قرآن کریم کے اندر مختلف اسلوب اور متنوع پیرائے میں بعث بعد الموت کے نظریہ کو ثابت کیا گیا ہے ، بلکہ قرآن کریم میں ایمان باللہ کے بعد جس چیز کو سب سے زیادہ بلیغ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے وہ بعث بعد الموت کا عقیدہ ہی ہے، اول تخلیق سے دوبارہ تخلیق پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جو ذات عدم سے انسان کو وجود میں لانے پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُۥ يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ لِيَجْزِىَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ بِٱلْقِسْطِ ۚ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾﴾ [سورة يونس:4].

ترجمہ: اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، انھیں

[1] دیکھیں: المواقف للایجی: ۳۷۱-۳۷۳، تفسیر الرازی: ۱۷/۱۷-۲۶، درء تعارض العقل والنقل: ۱/۳۲-۳۸، مجموع الفتاوی: ۱۷/۲۴۶-۲۶۱، الفوائد: ۱۵-۱۷، شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۴۶۳-۴۷۲

انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالی سورہ حج میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّنَ ٱلۡبَعۡثِ فَإِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن تُرَابٖ ثُمَّ مِن نُّطۡفَةٖ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٖ ثُمَّ مِن مُّضۡغَةٖ مُّخَلَّقَةٖ وَغَيۡرِ مُخَلَّقَةٖ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡۚ وَنُقِرُّ فِي ٱلۡأَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلٗا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوٓاْ أَشُدَّكُمۡۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٖ شَيۡـٔٗاۚ وَتَرَى ٱلۡأَرۡضَ هَامِدَةٗ فَإِذَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡهَا ٱلۡمَآءَ ٱهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَأَنۢبَتَتۡ مِن كُلِّ زَوۡجِۭ بَهِيجٖ ٥ ﴾ [سورة الحج:5].

ترجمہ: اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تاکہ ہم تمہارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمّی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں جو ذات ان چیزوں پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی بدرجہ اولی قدرت رکھتا ہے کہ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے[1]۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "انسان کی تخلیق، توحید اور دوبارہ اٹھائے جانے کی ایک عظیم ترین دلیل ہے، اس سے زیادہ واضح اور روشن دلیل کیا ہو سکتی کہ انسان کو موجودہ شکل میں وجود بخشا، اسے اعضاء وجوارح سے لیس کیا، اس کے اندر مختلف قسم کی طاقتیں اور اوصاف رکھی، اس کے اندر گوشت پوشت، ہڈی، رگ وپے، أعصاب وأعضاء، علم ومعرفت، ارادہ ومشیت اور صنعت وہنر مندی جیسے جتنے بھی عناصر ہیں، سبھوں کو محض پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا"[2]۔

رب تعالی کی حکمت اور عدل بھی بعث بعد الموت اور جزا وسزا کا متقاضی ہے:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُۥ يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ لِيَجۡزِيَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ بِٱلۡقِسۡطِۚ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَهُمۡ شَرَابٞ مِّنۡ حَمِيمٖ وَعَذَابٌ أَلِيمُۢ بِمَا كَانُواْ يَكۡفُرُونَ ٤﴾ [سورة يونس:4].

ترجمہ: بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، انھیں انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔

---

[1] دیکھیں: تفسیر الرازی:۱۷/۲۶، الصواعق المرسلۃ:۲/۴۷۳-۴۷۵، ۴۸۰

[2] الفوائد:۲۱

اللہ تعالی نے بندوں کو پیدا فرمایا، انہیں اوامر ونواہی کا مکلف بنایا، اوامر کی بجاآوری پر اجر وثواب کا وعدہ فرمایا اور نواہی کے ارتکاب پر وعید سنائی، اگر جزاوسزا اور بعث ونشور نہ ہوتا تو حکم دینا، منع فرمانا، وعدہ کرنا اور وعید سنانا سب کے سب بے معنی ہوتے، جس سے اللہ کی عزیز وبرتر ذات پاک ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اسی لئے درست یہ ہے کہ شریعت کے ساتھ ساتھ عقل سے بھی دوبارہ زندہ کئے جانے کا علم وادراک حاصل ہوتا ہے، نیز رب تعالی کا کمال، اور اس کے اسماء وصفات کا کمال بھی اس کا تقاضہ کرتا اور اسے واجب الوقوع بتاتا ہے...[1] ۔

"اگر اس حقیر اور درد والم اور حزن وملال سے بھری ہوئی دنیا کے علاوہ انسان کا کوئی اخروی انجام اور قابل رشک زندگی نہیں ہوتی تو دنیا کا حقیر ترین جانور بھی انسان سے بہتر ہوتا"[2]۔

وہ بعث بعد الموت کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوت ادراک سے اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد انسان کو دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا، اسی لئے اللہ عزیز وبرتر نے انسانوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا کہ خشک زمین کے اندر انجماد اور پژمردگی زیادہ پائی جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے اندر ہرے بھرے پودے اگ آتے ہیں اور اس کی ڈالیاں لہلہانے لگتی ہیں، از سر نو اس کے اندر زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے، اسی طرح انسان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے[3]۔

---

[1] الفوائد: ۱۷

[2] تفصیل النشأتین وتحصیل السعادتین للراغب الاصبہانی: ۱۹۸

[3] دیکھیں: الیوم الآخر فی الیہودیۃ والنصرانیۃ والإسلام – ڈاکٹر فرج اللہ عبد الباری: ۳۹۷ نیز دیکھیں: محمد المثل الأعلی – احمد جاد المولی: ۱۴۸-۱۴۹

بعث بعد الموت کے عقلی دلائل:

آسمان وزمین کی خلقت، افلاک وکواکب کے وجود اور ان میں جو عظمت الٰہی کے دلائل ہیں، ان پر غور کریں، آپ کو معلوم ہو گا کہ ان مخلوقات کی تخلیق انسان کی تخلیق سے بدرجہا حیرت انگیز ومحیر العقول ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے جب چھ دن کے اندر آسمان وزمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا تو اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا: ﴿إِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيعٗاۖ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقًّاۚ إِنَّهُۥ يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ﴾ [سورة يونس:4].

ترجمہ: اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ ہے سچا۔ بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا۔

اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: ﴿أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۗ أَلَآ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ ٥٥ هُوَ يُحۡيِۦ وَيُمِيتُ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ٥٦﴾ [سورة يونس:55-56].

ترجمہ: سن لو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ سن لو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿قُلِ ٱنظُرُواْ مَاذَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَمَا تُغۡنِي ٱلۡأٓيَٰتُ وَٱلنُّذُرُ عَن قَوۡمٖ لَّا يُؤۡمِنُونَ ١٠١﴾ [سورة يونس:101].

ترجمہ: کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔

نیز اللہ فرماتا ہے: ﴿أَوَلَيْسَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ ٱلْخَلَّٰقُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٨١﴾﴾ [سورة يس:81].

ترجمہ: اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان دلائل سے استدلال کرتے ہوئے شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ عقلی دلیل سے بھی بعث بعد الموت کا ثبوت ملتا ہے، وہ کہتے ہیں: "انسان خارجی امکان کا اندازہ کبھی تو اس چیز کے وجود سے آشنائی کی بنیاد پر لگاتا ہے اور کبھی اس کے ہم مثل کی موجودگی سے بھی اس کے ممکن ہونے کا اندازہ لگاتا ہے۔ اور کبھی اس طرح اندازہ کرتا ہے کہ کسی چیز کے وجود سے بدرجہ اولی کس چیز کے موجود ہونے کی امکانیت معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ کسی موجود چیز سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو چیز اس سے کمتر ہے، اس کا وقوع پزیز ہونا بدرجہ اولی ممکن ہے، چنانچہ جب اس چیز کے واقع ہونے کا امکان معلوم ہو گیا تو یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالی اس پر قدرت رکھتا ہے"[1]۔

پھر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس استدلال کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ آسمان وزمین کی خلقت انسان کی تخلیق سے زیادہ بڑا کام ہے: ﴿لَخَلْقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾﴾ [سورة غافر:57].

ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

---

[1] درء تعارض العقل والنقل: ۱/۳۱-۳۲

اسی طرح انسان کو پہلی بار پیدا کرنا اسے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ دشوار ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿وَهُوَ ٱلَّذِي يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهۡوَنُ عَلَيۡهِۚ وَلَهُ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ٢٧﴾ [سورة الروم:27].

ترجمہ: اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

بعث بعد الموت کی حسی دلیلیں:

اللہ تعالی نے اس دنیا میں اپنے بندوں کے سامنے اپنا یہ معجزہ ظاہر فرمایا مردوں کو بھی زندگی بخشی، اس کا ذکر سورۃ بقرۃ کے اندر پانچ مختلف مثالوں کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے:

۲-اللہ فرماتا ہے:﴿وَإِذۡ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوۡمِهِۦ يَٰقَوۡمِ إِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ أَنفُسَكُم بِٱتِّخَاذِكُمُ ٱلۡعِجۡلَ فَتُوبُوٓاْ إِلَىٰ بَارِئِكُمۡ فَٱقۡتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ عِندَ بَارِئِكُمۡ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ٥٤ وَإِذۡ قُلۡتُمۡ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهۡرَةٗ فَأَخَذَتۡكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمۡ تَنظُرُونَ ٥٥ ثُمَّ بَعَثۡنَٰكُم مِّنۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ٥٦﴾ [سورۃ البقرۃ:54-56].

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے اپنے بچھڑا بنانے کے ساتھ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کرلی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا

ہے۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہر گز تیرا یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تو تمھیں کڑک نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔

۲-وہ مقتول جس کے سلسلے میں بنی اسرائیل کے اندر نزاع اور لڑائی چھڑ گئی، اس کا ذکر کرتے ہوئے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾﴾ [سورة البقرة:72-73].

ترجمہ: اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا، پھر تم نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا اور اللہ اس بات کو نکالنے والا تھا جو تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے کہا اس پر اس کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔

۳-وہ قوم جو ہزاروں کی تعداد میں تھی، لیکن موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئی، اللہ نے ان پر موت نازل کیا اور پھر اسے زندہ کر دیا، اس قصہ کا ذکر یوں ہوا ہے:﴿ ۞ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾﴾ [سورة البقرة:243].

ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، جب کہ وہ کئی ہزار تھے، تو اللہ نے ان سے کہا مر جائو، پھر انہیں زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

۴-اس شخص کا واقعہ جس کا گزر کسی مردہ بستی کے پاس سے ہوا تو اس نے یہ محال سمجھا کہ اللہ اس بستی والوں کو دوبارہ زندہ کرے۔ چنانچہ اللہ نے اسے سو سال کی موت دی پھر زندہ کر دیا۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿أَوْ كَٱلَّذِى مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْىِۦ هَٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِاْئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُۥ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِاْئَةَ عَامٍ فَٱنظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَٱنظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَٱنظُرْ إِلَى ٱلْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾﴾ [سورۃ البقرۃ:259].

ترجمہ: اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی، اس نے کہا اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو (۱۰۰) سال تک موت دے دی، پھر اسے زندہ کیا، فرمایا تو کتنی دیر رہا ہے؟ اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ فرمایا بلکہ تو سو (۱۰۰) سال رہا ہے، سو اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزیں دیکھ کہ بگڑی نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ اور تا کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور ہڈیوں کو دیکھ ہم انھیں کیسے اٹھا کر جوڑتے ہیں، پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس کے لیے خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

۵-ابراہیم خلیل علیہ السلام کا یہ واقعہ کہ جب انہوں نے اللہ تعالی سے یہ سوال کیا کہ انہیں یہ دکھائے کہ اللہ مردوں کو کیسے جلاتا ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ أَرِنِى

كَيۡفَ تُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰۖ قَالَ أَوَلَمۡ تُؤۡمِنۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِيۖ قَالَ فَخُذۡ أَرۡبَعَةٗ مِّنَ ٱلطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ إِلَيۡكَ ثُمَّ ٱجۡعَلۡ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٖ مِّنۡهُنَّ جُزۡءٗا ثُمَّ ٱدۡعُهُنَّ يَأۡتِينَكَ سَعۡيٗاۚ وَٱعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٞ ﴿٢٦٠﴾﴾ [سورة البقرة:260].

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔ فرمایا پھر چار پرندے پکڑ اور انھیں اپنے ساتھ مانوس کر لے، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے، پھر انہیں بلا، دوڑتے ہوئے تیرے پاس آجائیں گے اور جان لے کہ اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

آخرت کے دن پر ایمان لانے کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ صور پھونکے جانے پر ایمان لایا جائے:

آخرت کے دن پر ایمان لانے سے یہ لازم آتا ہے کہ انسان اس بات پر بھی ایمان لائے کہ صور پھونکا جائے گا، صور پھونکنے کو اللہ نے خوف وفزع، بے ہوشی اور قبروں سے اٹھ کھڑے ہونے کا ذریعہ بنایا ہے، صور سے مراد ایک قسم کی بانسری ہے جس میں حکم الہی ملتے ہی پھونک مارنے کے لئے اللہ نے اسرافیل علیہ السلام کو مکلف کیا ہے، اللہ کا فرمان ہے:﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخۡرَىٰ فَإِذَا هُمۡ قِيَامٞ يَنظُرُونَ ﴿٦٨﴾﴾ [سورة الزمر:68].

ترجمہ: اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ایک بانسری ہے جس میں پھونک مارا جائے گا"[1]۔

پانچواں نقطہ: حشر ونشر پر ایمان لانا

حشر کی تعریف:

لغت میں حشر: جمع کرنے کے معنی میں آتا ہے، کہا جاتا ہے: "حشر ھم یحشر ھم حشرا: یعنی انہیں جمع کیا"[2]۔ قیامت کے دن کو حشر اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن تمام مخلوقات اکٹھا ہوں گے[3]۔

شریعت کی اصطلاح میں: مخلوقوں کو اکھٹا کرنے اور انہیں ارض محشر کی طرف ہانک کر لے جانے کا نام حشر ہے۔ صحیح قول کے مطابق اس میں مکلف و غیر مکلف، چوپائے، اور وحشی جانور سب کے سب شامل ہوں گے، تاکہ مخلوقات کے درمیان فیصلہ کیا جاسکے[4]۔

---

[1] مسند احمد: ۶۵۰۷

[2] لسان العرب: ۴/ ۱۹۰، مادۃ: حشر

[3] الصحاح: ۲/ ۶۳۰، دیکھیں: لسان العرب: ۴/ ۱۹۰

[4] دیکھیں: تحفۃ المرید شرح جوہرۃ التوحید: ۱۷۰

اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ [سورة يونس:28].

ترجمہ: اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور تمھارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

حشر تمام انس وجن کے ساتھ چوپایوں اور وحشی جانوروں پر برپا ہوگا:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حشر کے میدان میں اللہ تعالی تمام انس وجن کو جمع فرمائے گا۔رہی بات چوپایوں اور جنگلی جانوروں کو حشر میں اکھٹا کرنے کی تو اس بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: انس وجن کے ساتھ یہ جانور بھی میدان حشر میں اکھٹے کئے جائیں گے، اس کے قائل ابو ذر، ابوہریرۃ، عمرو بن العاص، ابن عباس اور حسن رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں، اس قول کو ابن جریر[1]، قرطبی[2] نے راجح قرار دیا ہے اور شیخ الاِسلام ابن تیمیہ[3] اور حافظ ابن کثیر[4] نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ رحمہم اللہ جمیعا۔

---

[1] جامع البیان:۷/۱۸۸-۱۸۹، التذکرۃ:۲۷۳۔

[2] جامع البیان:۷/۱۸۹

[3] التذکرۃ:۲۷۳

[4] النہایۃ فی الفتن والملاحم:۲/۲۳۴

اس قول کے دلائل درج ذیل ہیں:

- اللہ کا یہ ارشاد : ﴿وَإِذَا ٱلۡوُحُوشُ حُشِرَتۡ ٥﴾ [سورة التكوير:5].

ترجمہ: اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔

- اللہ تعالی کا فرمان:﴿ وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَآبَّةٖۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمۡعِهِمۡ إِذَا يَشَآءُ قَدِيرٞ ٢٩﴾[سورة الشورى:29].

ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو اس نے ان دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ ان کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے پوری طرح قادر ہے۔

انہوں نے ان احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جن میں جانوروں کے درمیان قصاص کا تذکرہ آیا ہے، مثال کے طور پر أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ: "قیامت کے دن حقداروں کو ان کا پورا پورا حق دیا جائے گا، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا"[1]۔

اہل محشر کے أحوال:

احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں کو ننگے بدن، عریاں جسم، بلا ختنہ کے اٹھایا جائے گا، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں وارد ہوا ہے، وہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ننگے پاؤں، ننگے جسم، بلا ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! تو کیا مرد

[1] صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ- باب تحریم الظلم، حدیث نمبر: ۲۵۸۲، مسند احمد: ۱۲/ ۱۹۳، سنن ترمذی: ۲۴۲۰۔

عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہو گا، اس کا خیال بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔"[1]۔

چھٹا نقطہ: قیامت کی ہولناکیوں پر ایمان لانا:

اس دن حالات بہت نازک ہوں گے، ہولناکی کا شدید عالم ہو گا، معاملہ بڑا عظیم ہو گا، کافر یہ تمنی کرے گا کہ کاش اس کے پاس دنیا کی بادشاہی ہوتی جس کے بدلے وہ برے عذاب سے اپنی جان بچا لیتا۔

﴿وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَـٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَـٰرَىٰ وَلَـٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٌ ۝٢﴾ [سورة الحج:2].

ترجمہ: اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہر گز نشے میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

اس دن سورج سر سے بالکل قریب ہو گا، لوگ پسینے میں ڈوب رہے ہوں گے، امام مسلم نے مقداد بن الأسود سے روایت کای ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "قیامت کے دن سورج کو مخلوق سے اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ وہ صرف ایک میل کے فاصلے پر ہو گا"۔ سلیم بن عامر[2] کہتے ہیں کہ: اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کے میل سے مراد کیا ہے؟ یہ میل زمین کا ہے جو کوس کے برابر ہوتا ہے یا میل سے مراد سلائی ہے جس سے سرمہ لگاتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الرقاق-باب کیف الحشر، حدیث نمبر: ۶۱۶۲، صحیح مسلم: فی الجنة وصفة نعیمها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة، حدیث نمبر: ۲۸۵۹

[2] اس حدیث کے ایک راوی ہیں جن کا نام سلیم بن عامر الکلاعی ہیں، وہ ایک تابعی ہیں، ایک قول کے مطابق انہوں نے نبی سے ملاقات کی تھی، ان کی وفات سنہ ۱۳۰ھ میں ہوئی، دیکھیں: تہذیب التہذیب: ۴/۱۴۶-۱۴۷

تو لوگ اپنے اپنے اعمال کے موافق پسینہ میں ڈوبے ہوں گے، کوئی تو ٹخنوں تک ڈوبا ہو گا۔ کوئی گھٹنوں تک، کوئی ازار باندھنے کی جگہ تک، کسی کو پسینہ کی لگام ہو گی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔(یعنی منہ تک پسینہ ہو گا)(1)۔

اس دن ہولناکی کا یہ عالم ہو گا کہ انسان اپنے بھائی سے، بیٹا اپنے باپ سے، شوہر اپنی بیوی سے دور بھاگے گا اور ہر کسی کو صرف اپنی پڑی ہو گی۔

وہ بہت بہت لمبا اور دراز دن ہو گا، اسی وجہ سے لوگ جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو انہیں لگے گا کہ صرف چند گھڑی ہی انہوں نے قبر میں گزاری ہے، کیوں کہ روز حشر کے مقابلے میں برزخ کی زندگی بڑی مختصر معلوم ہو گی(2)۔

جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان سے اس کی وضاحت ہوتی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوٓاْ إِلَّا سَاعَةً مِّنَ ٱلنَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ بِلِقَآءِ ٱللَّهِ وَمَا كَانُواْ مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾﴾ [سورة يونس:45].

ترجمہ: اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا، گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی، آپس میں جان پہچان کرتے رہے۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ راہ پانے والے نہ ہوئے۔

اس دن کی یہ درازی غیر مومنوں کو محسوس ہو گی، لیکن مومنوں کے لئے معاملہ آسان ہو گا، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، مثلا مسند احمد کی یہ روایت جو أبو سعید خدری سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ (قیامت کا وہ دن) جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی، اس

---

(1) صحیح مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا، باب صفۃ یوم القیامۃ، حدیث نمبر: ۲۸۶۴

(2) دیکھیں: القیامۃ الکبری: ۹۸

کی طوالت ودرازی کا کیا عالم ہو گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم وہ دن مومنوں کے لئے اتنا آسان ہو گا کہ اس کی مقدار مومنوں کے لئے دنیا میں پڑھی جانے والی ایک وقت کی فرض نماز سے بھی کم ہو گی"[1]۔

اس حدیث کی صحت کی تائید ابن جریر کی روایت کردہ ابن عباس کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے۔وہ قرآن کی آیت: ﴿تَعْرُجُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ إِلَيْهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿٤﴾﴾ [سورة المعارج:4].

کے بارے میں کہتے ہیں کہ: "اس سے مراد قیامت کا دن ہے، جسے اللہ نے کافروں کے لئے پچاس ہزار سال کے برابر بنایا ہے"[2]۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان شاء اللہ یہ اس آیت کے سلسلے میں سب سے بہترین اور عمدہ کے قول ہے"[3]۔

شدت ہولناکی کا یہ عالم ہو گا کہ لوگ انبیاء سے گزارش کریں گے کہ وہ اللہ سے فیصلے کی سفارش کریں، اس دن نبی ﷺ کو وہ مقام[4] ملے گا جس پر تمام اول وآخر کو رشک ہو گا، وہ مقام محمود ہو گا، ا

---

[1] مسند احمد: ۳/۹۵، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ: امام احمد اور أبو یعلی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجے کی ہے، ہر چند کہ اس کی روایت میں ضعف کی آمیزش ہے۔ ۱۰/۳۳۷

[2] تفسیر ابن جریر: ۲۹/۷۱

[3] الجامع لأحکام القرآن: ۱۸/۲۸۲

[4] انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن مومنوں کو (گرم میدان میں) روک دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے وہ غمگین ہو جائیں گے اور (صلاح کرکے) کہیں گے کہ کاش کوئی ہمارے رب سے ہماری شفاعت کرتا کہ ہمیں اس حالت سے نجات ملتی۔ چنانچہ وہ مل کر آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ انسانوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ کو جنت میں مقام عطا کیا، آپ کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم دیا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔ آپ ہماری شفاعت اپنے رب کے حضور میں کریں تاکہ ہمیں اس حالت سے نجات

دے۔ بیان کیا کہ آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میں اس لائق نہیں وہ اپنی اس غلطی کو یاد کریں گے جو باوجود ممانعت الٰہی کے درخت کھالینے کی وجہ سے ان سے ہوئی تھی اور کہیں گے کہ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔ چنانچہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں اور اپنی اس غلطی کو یاد کریں گے جو بغیر علم کے اللہ رب العزت سے سوال کر کے (اپنے بیٹے کی بخشش کے لیے) انہوں نے کی تھی اور کہیں گے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔ بیان کیا کہ ہم سب لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی یہی عذر کریں گے کہ میں اس لائق نہیں اور وہ ان تین باتوں کو یاد کریں گے جن میں آپ نے بظاہر غلط بیانی کی تھی اور کہیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے توریت دی اور ان سے بات کی اور ان کو نزدیک کر کے ان سے سرگوشی کی۔ بیان کیا کہ پھر لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں اور وہ غلطی یاد کریں گے جو ایک شخص کو قتل کر کے انہوں نے کی تھی۔ (وہ کہیں گے) البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ چنانچہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں تم لوگ محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور میں اپنے رب سے اس کے در دولت یعنی عرش معلی پر آنے کے لیے اجازت چاہوں گا۔ مجھے اس کی اجازت دی جائے گی پھر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ مجھے جب تک چاہے گا اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر فرمائے گا کہ اے محمد! سر اٹھاؤ، کہو سنا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، جو مانگو گے دیا جائے گا۔ بیان کیا کہ پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ بیان کیا کہ پھر میں شفاعت کروں گا۔ چنانچہ میرے لیے حد مقرر کی جائے گی اور میں اس کے مطابق لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پھر میں نکالوں گا اور جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری مرتبہ اپنے رب سے اس کے در دولت کے لیے اجازت چاہوں گا اور مجھے اس کی اجازت دی جائے گی۔ پھر میں اللہ رب العزت کو دیکھتے ہی اس کے لیے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے یوں ہی چھوڑے رکھے گا۔ پھر فرمائے گا: اے محمد! سر اٹھاؤ، کہو سنا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو دیا جائے گا۔ آپ نے بیان کیا کہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ایسی حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا بیان کیا کہ پھر شفاعت کروں گا اور میرے لیے حد مقرر کر دی جائے گا اور میں اس کے مطابق جہنم سے لوگوں کو نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ پھر میں لوگوں کو نکالوں گا اور انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، یہاں تک کہ جہنم میں صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جنہیں قرآن نے روک رکھا ہو گا یعنی انہیں ہمیشہ ہی اس میں رہنا ہو گا (یعنی کفار ومشرکین) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی "عسى أن يبعثك ربك مقاما

س کے بعد اللہ تعالی ہمارے نبی محمد ﷺ کی سفارش سے مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرے اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾﴾ [سورة يونس:47].

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ایک پیغام پہنچانے والا ہے، تو جب ان کا پیغام پہنچانے والا آتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔

سب سے پہلے جس امت کا فیصلہ ہوگا وہ امت محمدیہ ہوگی، کیوں کہ اس امت کے نبی ﷺ سب سے اشرف اور افضل نبی ہیں، صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے والوں کو جمعہ سے بھٹکا دیا، یہود کے لیے ہفتہ (سنیچر) کا دن مقرر ہوا، اور نصرانیوں کے لیے اتوار کا، پھر اللہ تعالیٰ ہمیں لایا تو اس نے ہمیں جمعہ کے دن سے نوازا، تو اب (پہلے) جمعہ ہے، پھر سنیچر، پھر اتوار، اس طرح یہ لوگ قیامت تک ہمارے تابع ہوں گے، ہم دنیا میں بعد میں آئے ہیں مگر قیامت کے دن پہلے ہوں گے، تمام مخلوقات سے پہلے اسی امت کا فیصلہ ہوگا"[1]۔

تین ایسے مقامات جہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا:

محمودا" قریب ہے کہ آپ کا رب مقام محمود پر آپ کو بھیجے گا۔ فرمایا کہ یہی وہ مقام محمود ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے وعدہ کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التوحید-باب قولہ تعالی:وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة کے تحت روایت کیا ہے۔ حدیث نمبر: ۷۴۴۰

[1] صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ-باب ھدایۃ الأمۃ لیوم الجمعۃ، حدیث نمبر: ۸۵۶، صحیح بخاری: کتاب الجمعۃ-باب فرض الجمعۃ، حدیث نمبر: ۸۳۵، مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث ابو ھریرۃ سے مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں: "والأولون یوم القیامۃ المقضي لھم قبل الخلائق"۔

- جب نامہ اعمال تقسیم کئے جائیں گے۔
- جب اعمال کو میزان پر رکھا جائے گا۔
- پل صراط پر۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہتی ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن انسان اپنے محبوب کو یاد کرے گا۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ میزان کے پاس جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میزان کا کونسا پلڑا ابھاری ہے، نامہ اعمال تقسیم کئے جانے کے وقت، جس وقت نامہ اعمال کسی کے داہنے توکسی کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور اس وقت جب جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو لوگوں کو مخاطب کر کے ان پر غصہ کا اظہار کرے گی اور کہے گی: مجھے تین لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے: ہر اس آدمی پر جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتا ہو، ہر اس آدمی پر جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا، اور ہر سرکش ظالم پر، راوی کہتے ہیں کہ: وہ گردن پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو گی اور انہیں جہنم کی گہرائیوں میں پھینک دے گی، جہنم کے اوپر ایک پل ہو گا، جو بال سے بھی زیادہ باریک اور تلوار سے بھی زیادہ دھار دار ہو گا، اس پر نوکیلے کیل اور کانٹے دار ڈالیاں لگی ہوں گی ، جو اللہ کی مشیئت سے جسے چاہیں گی دبوچ لیں گی..."[1]۔

ساتواں نقطہ: میزان

روز قیامت کے آخری مرحلہ میں میزان قائم کی جائے گی جس پر بندوں کے اعمال وزن کئے جائیں گے، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "حساب و محاسبہ کا معاملہ جب ختم ہو جائے گا تو اس کے بعد اعمال کی

[1] مسند احمد: حدیث نمبر: ۲۴۸۳۷، مجمع الزوائد للہیثمی: ۱۰/ ۳۶۱

پیمائش کی جائے گی، کیوں کہ میزان جزاء کی تنفیذ کے لئے قائم کی جائے گی، اس لئے مناسب یہ ہے کہ محاسبہ کے بعد اسے قائم کیا جائے، اس لئے کہ محاسبہ کا مطلب ہے اعمال کا اندازہ لگانا، اور میزان کا مطلب ہے اس کی مقدار کو ظاہر کرنا تاکہ اس کے مطابق جزاء وسزا کا فیصلہ کیا جا سکے "(1)۔

نصوص اس بات پر دال ہیں کہ میزان حقیقی طور پر قائم کی جائے گی، جس کی کیفیت وماہیت صحیح علم صرف اللہ ہی کو ہے ، امام حاکم نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن میزان قائم کی جائے گی ، اگر اس میزان میں آسمان وزمین کو بھی وزن کیا جائے تو وہ میزان انہیں اپنے پلڑے میں سمولے گی، فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! اس پر کسے وزن کیا جائے گا؟ اللہ تعالی فرمائے گا: میں اپنے جن بندوں کو چاہوں۔ فرشتے کہیں گے: تیری ذات پاک ہے۔ ہم نے کماحقہ تیری عبادت نہ کی۔ پل صراط کو اس طرح نصب کیا جائے گا کہ وہ استرے سے زیادہ دھار دار ہوگا، فرشتے سوال کریں گے: اس پر تو کسے گزارے گا؟ رب تعالی فرمائے گا: میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں۔ فرشتے کہیں گے: ہم نے کماحقہ تیری عبادت نہ کی "(2)۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَنَضَعُ ٱلْمَوَٰزِينَ ٱلْقِسْطَ لِيَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ ﴿٤٧﴾﴾ [سورة الأنبياء:47].

(1) التذکرۃ للقرطبی: ۳۰۹، منقول از: ڈاکٹر عمر الأشقر کی کتاب: ۲۳۷

(2) المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۴/ ۶۲۹، حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے، تاہم شیخان نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا ہے، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ نیز امام البانی نے اسے سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ میں صحیح قرار دیا ہے: ۲/ ۶۵۶

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

آٹھواں نقطہ: حوض نبوی ﷺ پر ایمان لانا:

نبی ﷺ نے اپنی امت کے اندر یہ رغبت پیدا کرنے کے لئے کہ وہ حوض پر ورود اور حوض سے سیر ابی کے اسباب اختیار کریں، اس کے مختلف اوصاف بتائے ہیں، ان میں سے یہ ہے کہ: اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہو گا، اس کی لمبائی وچورائی یکساں ہو گی، اس کی کشادگی مقام ایلہ (ایک شہر ہے مصر اور شام کے بیچ میں) اور صنعاء (ایک شہر ہے یمن میں) کے درمیان کی مسافت جیسی ہو گی۔ اس حوض پر جو آبخورے اور پیمانے ہیں ان کی گنتی آسمان کے تاروں کے برابر ہے، اس حوض سے جو ایک بار سیر اب ہو گا وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ ان اوصاف کو نبی ﷺ حوض سے متعلق وارد متواتر احادیث میں بیان فرمایا ہے، محدثین اور ماہرین حدیث کے نزدیک ان احادیث کے متواتر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، ان احادیث کو نبی ﷺ سے روایت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد پچاس سے زائد ہے، ان صحابہ کرام کے اسماء کو حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے[1]۔

۱- عبد اللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرا حوض ایک مہینہ کی راہ ہے، اس کے چاروں کونے برابر ہیں، (یعنی طول اور عرض یکساں ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید

---

[1] فتح الباری: ۱۱/۴۶۸

ہے اور اس کی بو مشک سے بہتر ہے، اس پر جو آبخورے رکھے ہیں، ان کی گنتی آسمان کے تاروں کے برابر ہے۔ جو اس میں سے پئے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا"[1]۔

۲- حضرت أبو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میرا حوض اتنا بڑا ہے جیسے عدن سے ایلہ (ایک شہر ہے مصر اور شام کے بیچ میں)۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں لوگوں کو وہاں سے ہٹاؤں گا جیسے کوئی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہانکتا ہے۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ہم کو پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تم میرے پاس آؤ گے، سفید پیشانی، سفید ہاتھ پاؤں وضو کے نشان ہوں گے جو تمہارے سوا اور کسی امت پر نہ ہوں گے "[2]۔

۳- صحیح مسلم میں ایک روایت حضرت انس سے مروی ہے، جس میں یہ اضافہ ہے: "اس حوض پر آپ کو سونے اور چاندی کے آبخورے اتنی تعداد میں نظر آئیں گے جتنی تعداد میں آسمان کے تارے نظر آتے ہیں"[3]۔

۴- صحیح مسلم میں ایک روایت حضرت ثوبان سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں: "نبی ﷺ سے پوچھا گیا: اس کا پانی کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، دو پرنالے اس میں پانی چھوڑتے ہیں جن کو جنت سے پانی کی مدد ہوتی ہے، ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک چاندی کا"[4]۔

---

(1) صحیح بخاری:۶۵۷۹، صحیح مسلم:۲۲۹۲

(2) صحیح مسلم:۲۴۷

(3) صحیح مسلم:۲۳۰۳

(4) صحیح مسلم:۲۳۰۱، نیز دیکھیں: القیامۃ الکبری- تالیف: ڈاکٹر عمر الاشقر رحمۃ اللہ علیہ:۲۴۸

جو لوگ حوض پر آئیں گے اور جنہیں وہاں سے دور کیا جائے گا:

بخاری و مسلم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں حوض کوثر پر تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میری طرف آئیں گے جب میں انہیں (حوض کا پانی) دینے کے لیے جھکوں گا تو انہیں میرے سامنے سے کھینچ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں نکال لی تھیں۔"[1]۔

نواں نقطہ: پل صراط پر ایمان لانا:

پل صراط کے اوصاف:

ا-پل صراط ایک خوف ناک اور ہیبت ناک مقام عبور ہے جس کے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے پیغامبران الٰہی کھڑے ہو کر اس پر گزرنے والوں کے لئے سلامتی اور نجات کی دعا کریں گے۔

۲-اس پل پر کانٹے دار جھاڑ، نوکیلے کیل اور سعدان کے کانٹے کی مانند آنکس ہوں گے، جو پل صراط سے لگے ہوں گے اور جنہیں اچکنے کا حکم ہو گا انہیں اچک لیں گے، جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہا ہاں!۔ آپ نے فرمایا: تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کے طول و عرض کو سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔"[2]۔

---

[1] صحیح بخاری:۴۶۲۵، صحیح مسلم:۲۲۹۷

[2] اسے امام بخاری نے کتاب الرقاق میں باب الصراط جسر جہنم کے تحت روایت کیا ہے:۶۵۷۳

۳-وہ تلوار سے زیادہ دھار دار اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :"مجھے یہ علم ہوا ہے کہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ دھار دار ہوگا"[1]۔

۴-باریک ہونے کے ساتھ ہی اس میں پھسلن ہوگی، اس پر پاؤں نہیں ٹھہر سکے گا، سوائے ان سعادت مندوں کے جن کے لئے ثابت قدمی اور ٹھہراؤ لکھ دیا گیا ہوگا[2]۔

اللہ فرماتا ہے:﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ﴾ [سورة مريم:71].

ترجمہ: اور تم میں سے ہر شخص اس پر سے ضرور گزرے گا یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ رب کے فرمان:﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ پل صراط سے ہر انسان کو گزرنا ہوگا۔ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں: مسلمان پل کے سامنے سے گزر جائیں گے اور مشرکین اس میں داخل ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ:"تمام لوگ اس پر آئیں گے، پھر اپنے اعمال کے بقدر اس سے گزرنے میں کامیاب ہوں گے"[3]۔

پل صراط پر لوگوں کے گزرنے کی رفتار الگ الگ ہوگی:

جس انسان کو اعمال کے بقدر جو نور ملے گا اسی کے بقدر پل صراط سے اس کے گزرنے کی سرعت اور رفتار بھی ہوگی۔ اس کی دلیل ابن مسعود کی وہ لمبی حدیث ہے جس میں ہے کہ نبی

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۱۸۳

[2] دیکھیں: شرح لمعۃ الاعتقاد للشیخ ایمن سعود العنقری: ۱۹۷

[3] سنن ترمذی: ۳۱۵۹، نیز دیکھیں: مختصر معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی: ۲۵۴

ﷺ نے فرمایا: "لوگ پر صراط سے گزریں گے جب کہ وہ تلوار سے زیادہ دھار دار، پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے، گزرنے والوں سے کہا جائے گا: اپنے نور کے مطابق پل صراط عبور کرلو! چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ بجلی کی طرح، کچھ لوگ ہوا کی رفتار سے، کچھ لوگ جشم زدن میں، کچھ دوڑتے شخص کی طرح گزریں گے۔ اعمال کے مطابق ان کی رفتار ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ شخص جس کا نور پاؤں کے انگوٹھے کے برابر ہوگا، جب وہ گزرے گا تو اس کا ایک ہاتھ زمین پر گرے گا تو دوسرا کانٹے اور آنکڑے میں پھنس جائے گا، ایک پاؤں زمین پر پھسلے گا تو دوسرا نوکیلے کیلوں میں جا اٹکے گا، اس کے پہلوؤں کو جہنم کی آگ پہنچ رہی ہوگی، بالآخر ایسے لوگ بھی نجات پالیں گے، جب انہیں نجات مل جائے گی تو کہیں گے: ہر قسم کی تعریفات اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں تم (پل صراط) سے نجات دیا۔ ہمیں اللہ نے وہ نعمت دی جو کسی اور کو نہیں دی"[1]۔

دسواں نقطہ: قنطرۃ (جنت وجہنم کے درمیان ایک پل) پر ایمان لانا:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت أبو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مومنین جہنم سے چھٹکارا پا جائیں گے لیکن دوزخ وجنت کے درمیان ایک پل پر انہیں روک لیا جائے گا اور پھر ایک کے دوسرے پر ان مظالم کا بدلہ لیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان آپس میں ہوئے تھے اور جب کانٹ چھانٹ کرلی جائے گی اور صفائی ہو جائے گی تب انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

---

[1] مستدرک حاکم: ۲/ ۴۰۸

میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنتیوں میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر کو دنیا کے اپنے گھر کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقے پر پہچان لے گا۔"[1]۔

(پھر ایک کے دوسرے پر ان مظالم کا بدلہ لیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان آپس میں ہوئے تھے)۔اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں کہ: "یہ قصاص اس قصاص سے الگ ہے جو قیامت کے میدان میں لیا جائے گا، کیوں کہ یہ ایک خاص قسم کا قصاص ہے جس کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگوں کے دلوں سے کدورت، حقد وحسد اور بغض وعداوت ختم ہو جائے، گویا یہ ایک ان کی پاکی صفائی اور تطہری وتزکیہ کا مرحلہ ہوگا، اس لئے کہ دلوں میں جو کدورت وعداوت ہوتی ہے وہ محض قصاص لینے سے ختم نہیں ہوتی، اس لئے جنت اور جہنم کے درمیان یہ پل نصب کیا گیا ہے تاکہ ان کے دلوں کو پاک وصاف کیا جائے اور وہ جنت میں اس حال میں جائیں کہ ان کے دل ہر طرح کے بغض ونفرت سے خالی ہو"[2]۔جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾﴾ [سورة الحجر:47].

ترجمہ: اور ہم ان کے سینوں سے کینہ کو یکسر نکال دیں گے، پھر آپس میں بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھا کریں گے۔

گیارہواں نقطہ: جنت پر ایمان لانا اور یہ ایمان رکھنا کہ وہ مخلوق ہے اور موجود ہے، اور یہ کہ وہ کبھی فنا نہ ہوگی، وہ ہمیشہ رہنے والی نعمت کی جگہ ہے:

جب لوگوں کو قبر سے اٹھا کر حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا اور ان کے نامہ اعمال کے ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور حساب ومحاسبہ کا مرحلہ طے ہو جائے گا تو لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے، کچھ لوگ

---

[1] صحیح بخاری:٦٥٣٥

[2] شرح العقيدة الواسطية للشيخ ابن عثيمين۔

جنت میں تو کچھ لوگ جہنم میں جائیں گے۔ جنتی ہمیشہ ہمیش کی نعمت میں رہیں گے، اللہ تعالی ان کی نعمتوں کو واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ يَهۡدِيهِمۡ رَبُّهُم بِإِيمَٰنِهِمۡۖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُ فِي جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ٩ دَعۡوَىٰهُمۡ فِيهَا سُبۡحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمۡ فِيهَا سَلَٰمٞۚ وَءَاخِرُ دَعۡوَىٰهُمۡ أَنِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ١٠﴾ [سورۃ یونس:9-10].

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کی دعا جنت میں یہ ہوگی،، پاک ہے تو اے اللہ!،، اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے[1]۔

[1] ابن جریر نے جامع البیان: ۱۱/۸۹ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "اگر کوئی کہے کہ: یہ کیوں کر کہا گیا ہے کہ جنتیوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، جب کہ اللہ تعالی نے پورے قرآن میں جنت کی نہروں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ باغات کے نیچے سے جاری ہوں گی، ان کے نیچے سے نہریں اسی وقت جاری ہو سکتی ہیں جب وہ ان نہروں کے بالائی سطح زمین پر ہوں، اور نہریں اس زمین کے نیچے سے جاری ہوں، جب کہ جنت کی نہروں کی یہ صفت نہیں ہے، کیوں ان کی صفت یہ ہے کہ وہ زمین پر جاری ہوں گی لیکن اس زمین میں گہرائی اور نشیب و فراز نہ ہوں گے۔ لہذا اس آیت کا معنی یہ بتایا گیا ہے کہ: .... جنتیوں کے نزدیک سے نہریں گزر کر ان کے سامنے نعمت کے باغات میں جاری ہوں گی، یہ آیت عین اس آیت کی طرح ہے: ﴿قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيّٗا ٢٤﴾ [سورۃ مریم:24]. (بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی (جاری) کر دی ہے۔) جب کہ یہ معلوم سی بات ہے کہ ندی ان کے نیچے نہیں جاری کیا کہ وہ اس پر بیٹھی رہیں.... بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے سامنے سے ندی جاری کر دی..."۔

اللہ تعالی اہل جنت کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ ٱلْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٢٦﴾ ﴾ [سورة يونس:26].

ترجمہ: جن لوگوں نے نیکی کی انہی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

جنت میں فرشتے مومنوں کا پرجوش استقبال کریں گے اور ان پر سلامتی کی دعا کریں گے اور انہیں بشارت سنائیں گے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ﴾ [سورة يونس:2].

ترجمہ: کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ ﴾ [سورة يونس:63-64].

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔ انہی کے لیے دنیا کی زندگی میں خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

جنت کی نعمتوں کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، اس جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جنہیں نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا اور نہ ان کے بارے میں کسی کان نے سنا ہو گا اور نہ ہی ان کا تصور کسی انسان کے خیال میں آیا ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور کسی کان نے نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی گمان و خیال پیدا ہوا۔ اللہ کی ان نعمتوں سے واقفیت اور آگاہی تو الگ رہی (ان کا کسی کو گمان و خیال بھی پیدا نہیں ہوا)۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی "فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون" کہ : کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔"[1]۔

اہل جنت کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہو گی کہ انہیں رویت الٰہی نصیب ہو گی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾﴾ [سورة القيامة:22].

ترجمہ: اس دن کئی چہرے ترو تازہ ہوں گے۔

اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے۔ اسی وصف کی وجہ سے جنت کا ایک نام دار السلام بھی رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ ہر قسم کی آفت و مصیبت، اور مسائل و مشاکل سے پاک ہو گی، اور اہل جنت بھی تمام طرح کے عیوب اور نقائص سے پاک ہوں گے، اس نام کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس کی تعظیم کے طور پر اس کا نام اپنے نام

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب بدء الخلق میں باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة کے تحت روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۳/ ۱۱۸۵، صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث کتاب الجنة وصفة نعیمها کے مقدمہ میں سفیان سے مروی ہے، حدیث نمبر: ۲۸۲۴

(السلام) سے اخذ فرمایا، نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے اندر بکثرت سلامتی بھیجی جائے گی[1]، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ دَعْوَىٰهُمْ فِيهَا سُبْحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ ﴾ [سورۃ یونس:10].

ترجمہ: ان کی دعا جنت میں یہ ہوگی،، پاک ہے تو اے اللہ!،، اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی۔

اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَٱللَّهُ يَدْعُوٓا۟ إِلَىٰ دَارِ ٱلسَّلَٰمِ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾ ﴾ [سورة يونس: 25].

ترجمہ: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔

جنت کا ایک نام قدم صدق (سچا مرتبہ) بھی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ﴾ [سورة يونس:2]. ترجمہ: انہیں بشارت دے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔

اسی کے ہم مثل ایک اور نام معقد صدق (سچائی کی مجلس) بھی ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْمُتَّقِينَ فِى جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِى مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍۭ ﴿٥٥﴾ ﴾ [سورۃ القمر:54-55].

---

[1] دیکھیں: حادی الأرواح: ۹۰، دیکھیں: الانسان بین التقدیر والتکلیف فی سورۃ یونس: ۵۲۔ اہل جنت کے مزید اوصاف سے واقفیت کے لئے ملاحظہ کریں: صفۃ الجنۃ لأبی نعیم الاصبہانی، اور دیکھیں: حدیث کی کتابوں کے وہ مختص اَبواب جو جنت کے اوصاف پر مشتمل ہیں، مثلاً صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

ترجمہ: بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "جنت کا نام صدق کی مجلس اس لئے پڑا کیوں کہ وہاں خواہش وارادہ کے مطابق ہر طرح کی عمدہ مجلسیں قائم ہوں گی، کہا جاتا ہے: سچی محبت، جب وہ مکمل ہو اور قائم ودائم ہو...."[1]۔

بارہواں نقطہ: جہنم پر ایمان لانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مخلوق اور موجود ہے، اور اسے کبھی فنا لاحق نہ ہوگا:

اللہ تعالی جہنمیوں کی رسوائی اور عذاب سے پہلے ان کی صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا وَرَضُوا۟ بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱطْمَأَنُّوا۟ بِهَا وَٱلَّذِينَ هُمْ عَنْ ءَايَٰتِنَا غَٰفِلُونَ ﴿٧﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمُ ٱلنَّارُ بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾﴾ [سورة يونس:7-8].

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے اور اس پر مطمئن ہوگئے اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کمایا کرتے تھے۔

[1] دیکھیں: حادی الأرواح: ۹۰۔ اہل جنت کے مزید اوصاف سے واقفیت کے لئے ملاحظہ کریں: صفۃ الجنۃ لأبی نعیم الاصبہانی، اور دیکھیں: حدیث کی کتابوں کے وہ مختص أبواب جو جنت کے اوصاف پر مشتمل ہیں، مثلا صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

قیامت کے دن ان کی کیا حالت و کیفیت ہوگی، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اللہ نے فرمایا:﴿ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾ ﴾ [سورة يونس:52].

ترجمہ: پھر ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا، کہا جائے گا چکھو ہمیشگی کا عذاب، تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔

ان کی حسرت وندامت کو بیان فرماتے ہوئے اللہ کہتا ہے کہ:﴿ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى ٱلْأَرْضِ لَٱفْتَدَتْ بِهِۦ ۗ وَأَسَرُّوا۟ ٱلنَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ۖ وَقُضِىَ بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ ﴾ [سورة يونس:54].

ترجمہ: اور اگر ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے، حضرت انس مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ: "اللہ تعالی جہنمیوں میں سب سے کم تر عذاب والے سے پوچھے گا: اگر تمہارے پاس دنیا کی کوئی دولت اور ملکیت ہوتی تو کیا تم اس کے بدلے جہنم سے رہائی پسند کرتے؟ وہ کہے گا: ہاں، اللہ فرمائے گا: میں نے تم سے اس سے بھی کمتر چیز طلب کی تھی اس وقت جب کہ تم آدم کی پشت میں تھے: تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، لیکن تم نے پھر بھی شرک کی"[1]۔

---

[1] اسے امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ کے تحت روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۳۳۳۴، نیز امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۱۲۳۱۲

عذاب کے لئے ان کی جسامت بڑھادی جائے گی، جیسا کہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کافر کا دانت یا اس کی کچلی احد پہاڑ کے برابر ہو گی اور اس کی کھال کی دبازت اور گندگی تین دن کی راہ ہو گی۔"[1]۔

عذاب کے سلسلے میں کافروں کے درجات الگ الگ ہوں گے، جس قدر کفر اور فساد انگیزی پائی جائے گی اسی قدر عذاب بھی دیا جائے گا، اللہ کا فرمان ہے: ﴿ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ زِدْنَٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ ٱلْعَذَابِ بِمَا كَانُواْ يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾﴾ [سورة النحل:88].

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔

یہی حال گناہ گار مومنوں کا بھی ہو گا کہ وہ عذاب میں ایک دوسرے سے متفاوت ہوں گے، کسی کا عذاب بڑا سخت ہو گا، اور کسی کا عذاب ہلکا ہو گا، یا تو اس وجہ سے کہ اس کے نامہ اعمال میں ایسی نیکیاں ہوں گی جو گناہوں کے کفارہ کا سبب بنیں گی، یا اللہ تعالی ان کے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا، یہ ایسے مومنین کی بات ہے جنہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا[2]۔

جنت اور جہنم کے عذاب اور انعام پر ایمان لانے کے ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور ابھی بھی موجود ہیں، انہیں اللہ نے ان کے مستحقین کے لئے تیار فرمایا ہے،

---

[1] صحیح مسلم:۲۸۵۱، سنن ترمذی:۲۵۸۰، ترمذی کے نزدیک یہ اضافہ بھی ہے کہ:" جہنم کے اندر اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کی مسافت کی طرح ہو گی"۔

[2] دیکھیں: التخویف من النار لابن رجب: ۱۴۱-۱۴۲

جیسا قرآن کے نصوص اور متواتر احادیث سے پتہ چلتا ہے، اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بھی ہے[1]۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "جنت اور جہنم ابھی بھی موجود ہیں، انہیں ان کے مستحقین کے لئے تیار کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآنی نصوص اس پر دال ہیں، اور نبی ﷺ کی متواتر احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بھی ہے، اور قیامت تک کے لئے یہی بہترین اور عمدہ طریقہ وعقیدہ ہے"[2]۔

روز آخرت پر ایمان لانے کے ثمرات وفوائد:

۱- اطاعت کی حرص اور عبادت کی طلب، گناہوں سے توبہ وانابت کی چاہت۔

۲- مسلمانوں کو جو مصائب وآلام پہنچتے ہیں اور دنیاوی مال ومتاع سے جو محرومی ان کے ہاتھ آتی ہے، ان پر انہیں تسلی دلانا اور ان کی دلجوئی کرنا۔

۳- ظلم اور ستم سے باز آنا اور ان کی تلافی کرنا اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس دن کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

۴- موت کے لئے تیاری کرنا[3]۔

۵- دنیا اور اس کی آرائش وزیبائش سے بے نیازی اختیار کرنا اور حیات جاوداں کے لئے تیار ہونا۔

---

[1] دیکھیں: مقالات الاسلامیین: ۲۹۶، الشریعۃ: ۳۸۷-۳۹۵، حادری الأرواح: ۱۱، الحجۃ فی بیان المحجۃ: ۱/ ۴۷۲-۴۷۴، النہایۃ فی الفتن والملاحم: ۲/ ۴۱۶، شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۴۸۴، اللآلئ البھیۃ فی شرح لامیۃ شیخ الاِسلام: ۸۰، مشکاۃ المصابیح: ۳/ ۱۵۸۶ اور اس کے مابعد۔

[2] النہایۃ فی الفتن والملاحم: ۲/ ۴۱۶

[3] دیکھیں: شرح اصول الایمان لابن عثیمین: ۵۱

٦- آخرت کی نعمت اور عذاب پر یقین رکھنا، یہ وہ سب سے بڑا وسیلہ ہے جو بندہ کو عمل صالح پر آمادہ کرتا اور آخرت کی تیاری کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔

ایمان کا چھٹا رکن:

قضاء وقدر پر ایمان لانا

قضاء وقدر پر ایمان لانا اس دنیاوی زندگی میں مومن کی سعادت اور دلی انشراح کے لئے ایک اہم سبب ہے۔ کیوں کہ وہ اس بات سے آشنا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے معاملات اللہ کی تقدیر سے ہی انجام پاتے ہیں، چنانچہ وہ تقدیر کے سامنے تسلیم ورضا کا پیکر بنا رہتا ہے، قضاء وقدر پر ایمان لانا اسلامی عقیدہ کی اہم بنیادوں میں سے ہے اور یہ ایمان کا ایک رکن بھی ہے۔

قضاء وقدر کی تعریف:

لغوی تعریف: لغت میں قضاء کی اصل قضاي ہے، کیوں کہ یہ قضیت سے ماخوذ ہے، لیکن الف کے بعد حرف یاء کے واقع کی وجہ سے یاء ہمزہ میں بدل گئی، اس کی جمع اقضیۃ ہے[1]۔

اس کا ایک لغوی معنی فیصلہ کے بھی آتا ہے[2]۔ یہ معنی سب سے واضح اور اصل ماخذ سے زیادہ مربوط ہے، یہ لفظ واجب ہونے اور واقع ہونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے[3]۔

قدر لغوی اعتبار سے: قدر یقدر قدرا کا مصدر ہے، بسا اوقات اس کی دال پر سکون بھی پڑھا جاتا ہے[4]۔ اس کے معنی فیصلہ[5] اور شرف وعظمت کے بھی آتے ہیں[6]۔

---

[1] الصحاح: ۶/ ۲۴۶۳، لسان العرب: ۱۵/ ۱۸۶

[2] النهاية في غريب الحديث والاثر: ۴/ ۷۴، الصحاح: ۶/ ۲۴۶۳، لسان العرب: ۵/ ۱۸۶، بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۲۷۷

[3] بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۲۷۷

[4] النهاية في غريب الحديث والاثر: ۴/ ۲۲

[5] دیکھیں: الصحاح: ۲/ ۷۸۶، المفردات فی غریب القرآن: ۳۹۵، النهاية في غريب الحديث: ۴/ ۲۲، لسان العرب: ۵/ ۷۶

[6] بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۲۴۳

شرعی معنیٰ: کچھ علماء نے قضاء وقدر کو مترادف الفاظ قرار دیا ہے، جب کہ کچھ اہل علم نے دونوں کے درمیان بعض فروق بتائے ہیں، وہ یہ کہ: اللہ کی طرف سے اگر قضاء ہو تو وہ قدر سے زیادہ مخصوص چیز ہے، کیوں کہ اس سے مراد مقدر چیزوں میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ قدر عملِ تقدیر کو کہتے ہیں، اور قضاء فیصلہ لینے اور حکم نافذ کرنے کا نام ہے[1]۔

قضاء وقدر پر ایمان لانے کا مطلب:

"اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالی اپنے اس علم قدیم کے ذریعہ جس سے وہ ازل سے متصف ہے، ان تمام امور سے باخبر اور آشنا ہے جو مخلوق انجام دیتے ہیں، نیز یہ ایمان لانا کہ ہر چیز کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے، نیز اللہ عزیز وبرتر کی مشیئت پر ایمان لانا کہ جو وہ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی یہ ایمان رکھنا کہ اللہ کی مشیئت سے ہر ایک چیز اسی طرح واقع ہوتی ہے جس طرح زمانے اور صفت کی قید کے ساتھ وہ لوح محفوظ میں مرقوم ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے"[2]۔

قضاء وقدر پر ایمان لانے کے چار مراتب ہیں، جن پر ایمان لانا واجب ہے:

پہلا مرتبہ: علم

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ تعالی ہر اس چیز سے باخبر ہے جو ماضی میں ہو چکا ہے یا مستقبل میں ہونے والا ہے، اور اس چیز سے بھی جو نہیں ہوئی، لیکن ہوتی تو کیسے ہوتی، اللہ

---

[1] المفردات فی غریب القرآن: ۴۰۶-۴۰۷

[2] مجموع الفتاوی: ۳/۱۴۸-۱۴۹، ۸/۴۴۹، ۴۵۲، ۴۵۹، دیکھیں: الواسطیۃ: ۲۲-۲۳، التدمریۃ: ۲۰۹، شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۲۵۱، لوامع الأنظار: ۱/۳۴۸

تعالی مخلوقات کے اعمال، احوال، موت اور رزق سے واقف ہے، وہ اس علم سے ازل سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے، سوائے گمراہ فرقہ قدریہ[1] کے جو صحابہ کے اخیر زمانے میں ظہور پزیر ہوا۔ اس مرتبہ کا انکار کرنے والا اجماعی طور پر کافر ہے[2]۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿بَلْ كَذَّبُوا۟ بِمَا لَمْ يُحِيطُوا۟ بِعِلْمِهِۦ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝٣٩﴾ [سورة يونس:39].

ترجمہ: بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

---

[1] قدریہ ایک ایسا فرقہ ہے جس کا ظہور صحابہ کے آخری دور میں ہوا، جس نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ ہے معبد الجہنی جیسا کہ اکثر و بیشتر مصادر سے پتہ چلتا ہے، اسے حجاج کے زمانے میں قتل کیا گیا جب کہ وہ ابن الاشعث کے پاس سے آرہا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ: اسے تقدیر کا انکار جیسی بدعت کو رواج دینے کی وجہ سے دمشق کے اندر صولی دے دی گئی، غالی قدریہ اللہ تعالی کے علم سابق کا انکار کرتے تھے، اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالی کو ہر چیز کا علم اس کے واقع ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے، نیز یہ کہ تمام امور کائنات بغیر سابقہ تقدیر الہی کے یوں ہی رونما ہو رہے ہیں، اس فرقہ کے بعد قدریہ کا مجوسی فرقہ وقوع پزیر ہوا جس نے اللہ کی مشیئت اور صفت خلق کا انکار کیا، وہ تمام معتزلی اور ان کے ہم مشرب خوارج، مرجئہ اور شیعہ تھے جن کا یہ عقیدہ تھا۔

دیکھیں: الفصل فی الملل والنحل: ۳/ ۸۲، الملل والنحل للشہرستانی: ۱/ ۳۰، ۱/ ۴۵، مجموع الفتاوی: ۷/ ۲۶۴، میزان الاعتدال: ۴/ ۱۴۱، تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۲۰۳-۲۰۴

[2] دیکھیں: السنۃ للخلال: ۵۲۹-۵۳۰، الإبانۃ: ۲۰۳، شرح أصول الاعتقاد: ۴/ ۷۰۶، مجموع الفتاوی: ۸/ ۴۹۱-۴۹۷، شفاء العلیل: ۵۵-۶۳، معارج القبول: ۲/ ۳۲۸، ۳/ ۹۲۰-۹۲۳

نیز اللہ ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾﴾ [سورة يونس: 61].

ترجمہ: اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔

نیز اللہ فرماتا ہے:﴿ وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾﴾ [سورة يونس: 65].

ترجمہ: اور تجھے ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے، وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

دوسرا مرتبہ: تقدیر کا لکھنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں ہر چیز کی تقدیر لکھ دی ہے، اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صحابہ وتابعین اور تمام اہل سنت اور اہل حدیث کا اس بات پر اجماع ہے کہ قیامت تک ہونے والی ہر چیز ام الکتاب (لوح محفوظ) میں تحریر ہے"[1]۔

[1] شفاء العلیل: ۳۰-۷۷، دیکھیں: معارج القبول: ۳/ ۹۲۴-۹۴۰

اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:﴿وَمَا يَعۡزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثۡقَالِ ذَرَّةٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ وَلَآ أَصۡغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكۡبَرَ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٍ﴾ [سورة يونس: 61].

ترجمہ: اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔

اس آیت کے اندر علم اور تقدیر کی تحریر کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرا مرتبہ: مشیئت الہی

اللہ تعالی نے جو چاہا وہ ہوا اور جس میں اللہ کی مشیئت شامل نہ رہی وہ نہ ہوا، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ ایسا مرتبہ ہے جس پر از اول تا آخر تمام رسولوں، تمام آسمانی کتابوں اور اس فطرت کا اجماع ہے جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، نیز مشاہدہ اور عقلی دلائل بھی اس کی گواہی دیتے ہیں... از اول تا آخر تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ نے جو چاہا وہ واقع ہوا اور نہ چاہا وہ نہیں ہوا"[1]۔

مشیئت الہی پر ایمان لانا دراصل ربوبیت کی حقیقت پر ایمان لانا ہے، کیوں کہ اس دنیا میں اللہ کی مشیئت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا، تمام مخلوقات اللہ کے پیدا کردہ ہیں، تمام بندے اللہ کے غلام ہیں، رزق دینے والا اللہ ہے، ہر قسم کی نوازش رب تعالی کی جانب سے ہے، محرومی بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، گو کہ اس کے سوا کوئی مالک حقیقی نہیں[2]۔

---

[1] شفاء العلیل: ۸۰

[2] شفاء العلیل: ۸۰-۹۰

اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿ قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ ﴾ [سورة يونس:16].

ترجمہ: کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمہیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

اس سلسلے میں وارد احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں اس تعلق سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں[1]۔

چوتھا مرتبہ: تخلیق

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا خالق ہے، اس میں بندوں کے اعمال وافعال، ان کی تقدیر اور موت بھی شامل ہے، اس مرتبہ کے بارے میں اہل اسلام اور تمام الہی کتابوں کا اتفاق ہے، البتہ تقدیر کے منکرین فرقوں کا اس سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے[2]۔

اس مرتبہ پر دلالت کرنے والی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ﴾ [سورة الأعراف:54].

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔

[1] دیکھیں: صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب فی المشیئۃ والارادۃ: ٦/ ٢٧١

[2] دیکھیں: منہاج السنۃ: ٣/ ١٢-١٣، ١٢٨-١٢٩، شفاء العلیل: ٩١

یہ مذکورہ چار مراتب ہی تقدیر کے وہ مرتبے ہیں جن پر مکمل طور پر ایمان لائے بنا مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا[1]۔ جیسا کہ حدیث جبرئیل سے پتہ چلتا ہے کہ جب نبی ﷺ سے حضرت جبرئیل نے سوال کیا کہ: ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ایمان یہ ہے کہ اللہ، فرشتوں، کتاب، قیامت کے دن، اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور پوری تقدیر پر ایمان لاؤ، جبرئیل نے کہا: آپ نے سچ فرمایا...."[2]۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا بڑی عظیم خصلت ہے، جس کے تئیں لوگوں میں درجات کا بہت تفاوت اور فرق پایا جاتا ہے، جس انسان کے اندر ایمان کی یہ خصلت راسخ ہوگی، اس کا درجہ ایمان بلند ہوگا"[3]۔

تقدیر کے سلسلے میں دو فرقے گمراہی کے شکار ہیں:

پہلا فرقہ: جبریہ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ عمل کرنے پر مجبور ہے، اسے کوئی اختیار اور قدرت حاصل نہیں۔

دوسرا فرقہ: قدریہ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل کے معاملہ میں ارادہ اور قدرت کا کلی اختیار رکھتا ہے، اس میں اللہ کی مشیئت اور قدرت کا کوئی عمل دخل نہیں۔

شریعت اور حقیقت کی روشنی میں فرقہ جبریہ کی تردید:

---

[1] الواسطیۃ: ۲۲-۲۳، جامع العلوم والحکم: ۱/ ۱۰۳-۱۰۴، لمعۃ الاعتقاد مع شرحھا للشیخ ابن عثیمین: ۹۲-۹۳، القضاء والقدر فی ضوء الکتاب والسنۃ- مقالہ برائے ایم اے- جامعۃ الامام محمد بن سعود للشیخ عبد الرحمن المحمود: ۲۳-۵۸

[2] اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان والاِسلام ووجوب الایمان باثبات قدر اللہ سبحانہ وتعالی کے تحت روایت کیا ہے: حدیث نمبر: ۱۰

[3] قطر الولی علی حدیث الولی: ۴۱۳

شریعت کی رو سے : اللہ تعالی نے بندہ کے ارادہ اور اس کی مشیئت کو ثابت کیا ہے اور عمل کی نسبت بندے کی طرف ہے،(جس سے پتہ چلتا ہے کہ بندہ اپنے عمل میں خود مختار ہے)، اللہ فرماتا ہے:

﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلْـَٔاخِرَةَ﴾ [سورة آل عمران:152].

ترجمہ: تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔

عقل اور حقیقت کی رو سے : ہر انسان یہ جانتا ہے کہ کھانے پینے، خرید وفروخت کرنے جیسے وہ اعمال جنہیں وہ اپنے اردے سے کرتا ہے، ان میں اور اس کے رادہ کے بغیر واقع ہونے والے اعمال میں کیا فرق ہے، جیسے بخار کی وجہ سے پیدا ہونے والا ارتعاش اور بالائی سطح سے گرنا، انسان پہلی قسم کے اعمال میں بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنے ارادہ سے کام انجام دیتا ہے، جب کہ دوسری قسم کے اعمال میں اس کے ارادہ واختیار کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

شریعت اور حقیقت کی روشنی میں فرقہ قدریہ کی تردید:

شریعت کی رو سے: اللہ تعالیٰ ہی ہر ایک چیز کا خالق ہے، ہر ایک شيئ اس کے ارادہ سے وجود میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ بندوں کے اعمال اللہ کی مشیئت سے واقع ہوتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے: ﴿ تِلْكَ ٱلرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَٰتٍ وَءَاتَيْنَا عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَأَيَّدْنَٰهُ بِرُوحِ ٱلْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلَ ٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ وَلَٰكِنِ ٱخْتَلَفُوا۟ فَمِنْهُم مَّنْ ءَامَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلُوا۟ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿٢٥٣﴾﴾ [سورة البقرة:253].

ترجمہ: یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد تھے آپس

میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آچکیں اور لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی تو وہ تھا جو ایمان لایا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جس نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ [سورة السجدة:13].

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے بات پکی ہو چکی کہ یقینا میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔

عقل اور حقیقت کی رو سے: اس میں کوئی شک نہیں کہ پوری کائنات اللہ کی ملکیت ہے، انسان اسی کائنات کا ایک حصہ ہے، چنانچہ وہ بھی اللہ کی ملکیت ہے، جو انسان مملوک اور غلام ہے اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مالک کی ملکیت میں اس کی اجازت اور مشیئت کے بغیر کوئی ادنی تصرف بھی کرے[1]۔

قضاء وقدر رپر ایمان لانے کے ثمرات وفوائد:

۱- اللہ پر توکل کرنا اور اپنے معاملات کو اللہ سبحانہ وتعالی کے سپرد کرنا۔

۲- اس سعادت وخوش بختی کا حصول جو بندہ کو قضاء وقدر پر ایمان لانے سے حاصل ہو سکتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آپ ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے: "مومن کا بھی عجب حال ہے اس کا ثواب کہیں نہیں گیا۔ یہ بات مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی تو

---

[1] الایمان بالقدر: ما یتضمنہ و ثمراتہ للعلامۃ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (مجلۃ الشہاب السلفیۃ)

وہ شکر کرتا ہے۔ اس میں بھی ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا تو صبر کرتا ہے۔ اس میں بھی ثواب ہے۔"[1]۔

۳- دل سے خود پسندی کا خاتمہ۔

۴- نیک عمل کی تڑپ اور بے عملی وکاہلی اور ٹال مٹول سے دوری[2]۔

[1] صحیح مسلم: کتاب الزهد والرقاق- باب المومن أمره کله خیر- حدیث نمبر: ۲۹۹۹

[2] دیکھیں: شرح أصول الایمان لابن عثیمین: ۵۸-۵۹

خاتمہ:

ہر قسم کی تعریف وثناء اس عزیز وبرتر اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ پر احسان کیا اور اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد فرمائی، میں اس پاک ذات سے اس کے خوبصورت ناموں اور بلند وبالا صفات کے ذریعہ دعا گو ہوں کہ میری اس نگارش کو اپنی رضا کے لئے خالص کرلے۔

اخیر میں وہ اہم نتائج ذکر کئے جارہے ہیں جہاں تک اس مقالہ کے ذریعہ میری رسائی ہوسکی ہے:

۱- ایمان کے چھ ارکان پر ایمان لانے اور ان کی معرفت وآگہی حاصل کرنے سے دل میں اللہ تعالی کی محبت، عظمت اور خشیت بڑھتی ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے ناموں، اس کی صفات اور ان کے اندر کمال وکبریائی کے جو معانی پنہاں ہیں، ان سے آگاہی حاصل کی جائے، اللہ کے الوہیت وعبودیت پر اسی طرح ایمان لایا جائے جس طرح اللہ نے اپنے رسولوں کی زبانی اور اپنی نازل کردہ کتابوں کے اندر اسے مشروع قرار دیا ہے، کیوں کہ اللہ ہی تنہا تمام تر عبادتوں کا حقیقی مستحق ہے، نیز اس بات پر ایمان لایا جائے کہ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا، ساتھ ہی فرشتوں اور ان جیسی دیگر مخلوقات کے اندر تخلیق کے جو عظیم مظاہر موجود ہیں، ان کی واقفیت حاصل کی جائے، آخرت کے دن اور حتمی طور پر اس کے واقع ہونے پر ایمان لایا جائے، جس سے خوف الہی پیدا ہوتا ہے، اس کی مغفرت اور رحمت کی امید بڑھتی ہے، اور عدل وانصاف روبہ عمل ہوتا ہے[1]۔

[1] دیکھیں: عقیدۃ المومن: ۴۸۳-۴۸۶

۲-الحاد وکفر اور وجود باری تعالی کا انکار ایک ایسا امر ہے جس کی نکیر شریعت کے ساتھ عقل صحیح، حس اور فطرت سلیمہ بھی کرتی ہے، کیوں کہ عظیم ترین مخلوق سے لے کر ادنی ترین ریزہ تک پوری کائنات وجود الہی کی ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتیں اور اس کی ربوبیت والوہیت کی گواہی دیتی ہیں۔

۳-اللہ تعالی نے اپنی کتاب کریم میں اپنے اسماء وصفات کو ثابت کیا ہے، جس کا تقاضہ ہے کہ ہم ان پر ہو بہو ایمان لائیں، بغیر کسی تشبیہ و تحریف اور تاویل و تعطیل کے۔

۴-اللہ نے نبوتوں کو ثابت کیا ہے، جن میں ہمارے پیارے نبی ﷺ کی نبوت بھی شامل ہے، جس کا منکر سرکش اور حق سے منحرف ہے، خواہ انکار کرنے والا مشرک ہو اہل کتاب۔

۵-انبیاء کے ہاتھوں پر رونما ہونے والے معجزے ان کے لئے مختص ہیں، کسی اور کے ہاتھ پر وہ ظاہر نہیں ہو سکتے، کیوں کہ یہ معجزے جادوگروں کی جادوگری اور کاہنوں کی کہانت سے بالکل مختلف اور امتیازی اوصاف کے حامل ہوتے ہیں۔

۶- سمعی اور عقلی دلائل سے بعث بعد الموت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا عقیدہ ثابت ہو چکا ہے۔

۷-اہل سنت والجماعت کا تقدیر کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق سے ازلی طور پر واقف ہے، ان کی تقدیر، موت وحیات، اور رزق بھی اللہ تعالی کے احاطہ علم میں ہے، نیز یہ کہ ان تمام امور کی تفصیلات لوح محفوظ میں مرقوم ہے اور ان سب میں اللہ کی مشیئت شامل ہے، جسے اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا، اللہ ہی نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا اور بندوں کے اعمال بھی اللہ کی تخلیق کردہ ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل وکرم سے ہدایت دیتا اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل وانصاف کی بنیاد پر گمراہ کر دیتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ، ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين.

مراجع ومصادر:

1- الإرشاد للجويني وأركان الايمان لوهبي سليمان .

2- أصول الايمان في ضوء الكتاب والسنة / للشيخ صالح آل الشيخ .

3- أعلام النبوة تأليف: علي بن محمد الماوردي، راجعه وقدم له: طه عبد الرؤوف سعد، نشر مكتبة الكليات الأزهرية.

4- الأعلام تأليف خير الدين الزركلي، ط دار العلم للملايين، ط9، 1990م.

5- اقتضاء الصراط المستقيم، لشيخ الإسلام ابن تيمية /، تحقيق محمد حامد فقي، نشر دار المعرفة، بيروت، لبنان.

6- الإيمان بالقدر / للشيخ محمد بن عثيمين .

7- الإيمان بالملائكة وأثره في حياة الأمة، للشيخ صالح الفوزان.

8- البداية والنهاية، لأبي الفداء الحافظ ابن كثير الدمشقي، تحقيق: د. أحمد أبو ملحم وآخرون، ط1، 1408هـ/ 1988م، نشر دار الريان للتراث، القاهرة.

9- بدائع الفوائد، للعلامة أبي بكر محمد بن أبي بكر الدمشقي ابن القيم الجوزية، نشر دار الكتاب العربي، توزيع دار النفائس.

10- بصائر ذوي التمييز في لطائف الكتاب العزيز، تأليف مجد الدين محمد بن يعقوب الفيروز أبادي، تحقيق محمد علي النجار، ط المكتبة العلمية، بيروت، لبنان.

11- التبيان في أقسام القرآن، للعلامة، شمس الدين محمد بن أبي بكر المعروف بابن قيم الجوزية، طبعة دار الطباعة المحمدي بالأزهر، نشر مكتبة الرياض الحديثة، سنة 1388هـ.

12- التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة، تأليف شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد القرطبي، ط دار الفكر.

13- تفسير الآيات الكونية، د. عبد الله شحاتة، طبعة دار الاعتصام، ط1 1400هـ/ 1980م.

14- تفسير القرآن العظيم للإمام الجليل الحافظ عماد الدين أبي الفداء إسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي، دار الأندلس للطباعة والنشر والتوزيع.

15- التفسير القرآني للقرآن لعبد الكريم الخطيب، ط دار الفكر العربي.

16- التفسير الكبير للفخر الرازي، طبعة دار الفكر.

17- تفصيل النشأتين وتحصيل السعادتين لأبي الحسين القاسم بن محمد الراغب الأصفهاني، تقديم وتحقيق، د. عبد المجيد النجار، دار الغرب الإسلامي، بيروت، لبنان، ط1، 1408هـ/ 1988م.

18- التنبيهات اللطيفية على العقيدة الواسطية للإمام عبد الرحمن السعدي

19- التوحيد لعبد المجيد الزنداني، ط2، 1409هـ/ 1989م، مكتبة جدة – جدة.

20- تيسر لمعة الاعتقاد / د. عبد الرحمن المحمود .

21- تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للعلامة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي، تحقيق محمد زهري النجار، ط، عالم الكتب، بيروت الطبعة الأولى 1408هـ/ 1988م.

22- جامع البيان عن تأويل آي القرآن، تأليف أبي جعفر محمد بن جرير الطبري، طبعة دار الفكر، ط عام 1405هـ.

23- الجامع لأحكام القرآن، لأبي عبد الله القرطبي، تصحيح أحمد البردوني، ط، الهيئة المصرية العامة.

24- الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، لشيخ الإسلام ابن تيمية، تقديم وإشراف علي السيد المدني، مطبعة المدني.

25- حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح، للإمام أبي عبد الله محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، تقديم: علي السيد صبح مدني، نشر دار المدني.

26- الحبائك في أخبار الملائك للحافظ جلال الدين السيوطي، تحقيق مصطفى عاشور، طبعة مكتبة القرآن.

27- درء تعارض العقل والنقل لابن تيمية أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم، تحقيق د. محمد رشاد سالم توزيع مكتبة ابن تيمية.

28- دلائل النبوة للحافظ أبي نعيم الأصبهاني، تحقيق محمد رواس قلعة وعبد البر عباس، ط2، 1406هـ/ 1986م، دار النفائس، بيروت.

29- دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة لأبي بكر أحمد الحسين البيهقي، تحقيق د. عبد المعطي قلعجي، ط دار الكتب العلمية، دار البيان للتراث، القاهرة، ط1، 1408هـ/ 1988م.

30- رسائل في العقيدة ، للشيخ محمد إبراهيم الحمد .

31- الرسل والرسالات د . عمر الأشقر .

32- الرسل والرسالات، د. عمر سليمان الأشقر، ط3، 1405هـ/ 1985م، مكتبة الفلاح، الكويت.

33- زاد المسير في علم التفسير للإمام أبي الفرج جمال الدين عبد الرحمن علي محمد الجوزي، طبعة المكتب الإسلامي، ط4، 1407هـ.

34- سلسلة الأحاديث الصحيحة، للشيخ ناصر الدين الألباني. طبعة المكتب الإسلامي.

35- السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل، تحقيق محمد السعيد بسيوني، ط1، 1405هـ/ 1985م، ط، دار الكتب العلمية، بيروت.

36- السنة للحافظ أبي بكر عمرو بن أبي عاصم الضحاك بن مخلد الشيباني ومعه ظلال الجنة في تخريج السنة للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، طبعة المكتب الإسلامي، ط2، 405هـ/ 1985م.

37- سنن ابن ماجة للحافظ أبي عبد الله محمد بن يزيد القزويني، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، ط، المكتبة العلمية، بيروت.

38- سنن الترمذي لأبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي، تعليق عزت عبيد الدعاس، طبع ونشر المكتبة الإسلامية، استانبول، تركيا.

39- سنن الدارمي للإمام الحافظ عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، تحقيق فؤاد زمرلي وخالد السبع العلمي، ط1407،1هـ/ 1987م، ط، دار الكتاب العربي، بيروت.

40- سنن النسائي بشرح الحافظ جلال الدين السيوطي وحاشية السندي، ترقيم وتصحيح عبد الفتاح أبو غدة، مكتبة المطبوعات الإسلامية، ط3، 1409هـ/ 1988م.

41- شرح أصول الإيمان، محمد بن صالح بن عثيمين، إصدار دار الوطن، توزيع مؤسسة الجريسي.

42- شرح الأصول الخمسة للقاضي عبد الجبار الهمذاني، تعليق أحمد الحسين بن أبي هاشم، تحقيق: د. عبد الكريم عثمان، نشر مكتبة وهبة، القاهرة، ط2، 1408هـ/ 1988م.

43- شرح العقيدة الأصفهانية، تأليف أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، تقديم حسين محمد مخلوف، نشر دار الكتب الإسلامية، طبع مطبعة الاعتصام، القاهرة، عام 1358هـ..

44- شرح العقيدة الطحاوية، للقاضي علي بن علي بن محمد أبي العز الدمشقي، تحقيق: بشير محمد عيون نشر مكتبة دار البيان، ج1 الأولى، 1405هـ.

45- شرح العقيدة الواسطية ، د. صالح الفوزان .

46- شفاء العليل في مسائل القضاء والقدر والحكمة والتعليل للإمام ابن قيم الجوزية، دار الكتب العلمية، بيروت، ط1، 1407هـ/ 1987م.

47- الصحاح لإسماعيل بن حماد الجوهري، تحقيق أحمد عبد الغفور، دار العلم، ط2، 1404هـ/ 1984م.

48- صحيح البخاري للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، ضبط وترقيم وشرح وتخريج د. مصطفى ديب البغا، نشر وتوزيع دار ابن كثير، دمشق ط4، 1410هـ.

49- صحيح سنن النسائي للشيخ العلامة محمد ناصر الدين الألباني، طبعة المكتب الإسلامي، نشر مكتبة التربية العربي لدول الخليج، ط1، عام 1409هـ.

50- صحيح مسلم بشرح النووي، طبعة دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

51- صحيح مسلم للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، طبع ونشر المكتبة الإسلامية، إستانبول، تركيا.

52- الصلاة ، لابن القيم رحمه الله.

53- الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة لابن قيم الجوزية، تحقيق وتخريج وتعليق د. محمد الدخيل الله، دار العاصمة، الرياض، ط1، 1408هـ.

54- عالم الملائكة الأبرار، د. عمر سليمان الأشقر، ط6، 1411هـ/ 1991م، طبع ونشر مكتبة الفلاح، بيروت، دار النفائس، الكويت.

55- العبودية للإمام تقي الدين أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، طبعة دار الكتب العلمية، ط1، 1401هـ/ 1981م.

56- العقيدة الإسلامية وأسسها، لعبد الرحمن حبنكة الميداني، ط5، 1408هـ/ 1988م، دار القلم، دمشق.

57- عقيدة التوحيد في القرآن لمحمد ملكاوي، ط1، 1405هـ/ 1985م، نشر دار ابن تيمية، الرياض.

58- عقيدة المؤمن، تأليف أبي بكر الجزائري، طبعة دار الشروق، جدة، ط5، 1407هـ.

59- العقيدة الواسطية / للشيخ محمد بن عثيمين .

60- العقيدة في الله، د. عمر سليمان الأشقر، نشر مكتبة الفلاح ودار النفائس، ط7، 1411هـ/ 1991م.

61- العلم يدعو إلى الإيمان كريس موريسون، ترجمة محمود، صالح الفلكي، دار القلم، بيروت، ط1، 1986م.

62- الفتاوى الكبرى لشيخ الإسلام ابن تيمية، دار المعرفة، بيروت، ط1، 1409هـ/ 1988م.

63- فتح الباري لشرح صحيح البخاري، للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي، شرح وتصحيح محب الدين الخطيب، دار الريان للتراث، ط1407هـ/ 1987م.

64- فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، تأليف محمد علي الشوكاني، طبعة دار المعرفة، بيروت.

65- الفصل في الملل والأهواء والنحل، تأليف أبي محمد علي بن أحمد المعروف بابن حزم الظاهري، تحقيق د. محمد إبراهيم نصر، د. عبد الرحمن عميرة، دار الجيل.

قطر الولي على حديث الولي للإمام الشوكاني، تحقيق وتقديم د. إبراهيم إبراهيم هلال، مطبعة حسان، نشر دار الكتب.

66- القول السديد في شرح كتاب التوحيد للشيخ عبد الرحمن السعدي .

67- القيامة الكبرى، د. عمر سليمان الأشقر، ط2، 1408هـ/ 1988م، مكتبة الفلاح، الكويت.

68- كتاب الإيمان ، عبد الله الأثري ، مراجعة د. عبد الرحمن المحمود .

69- لسان العرب للإمام العلامة أبي الفضل جمال الدين محمد بن منظور، طبعة مؤسسة الكتب الثقافية، نشر مؤسسة صادر، بيروت.

70- لمعة الاعتقاد الهادي إلى سبيل الرشاد، لموفق الدين أبي محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي، مع شرحه لفضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، تحقيق أشرف عبد المقصود، مكتبة البخاري، ط2، 1412هـ/ 1992م.

71- مجموع الفتاوى لشيخ الإسلام أحمد بن تيمية، جمع وترتيب عبد الرحمن بن قاسم، طبع ونشر مكتبة ابن تيمية.

72- مجموع فتاوى ورسائل للشيخ محمد بن صالح بن عثيمين رحمه الله.

73- مختار الصحاح للشيخ محمد بن أبي بكر عبد القادر الرازي، طبعة مكتبة لبنان، بيروت، عام 1988م.

74- مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة، تأليف الإمام المحقق محمد بن أبي بكر المعروف بابن قيم الجوزية، اختصار محمد الموصلي، المطبعة السلفية، دار الفكر، ط عام 1349هـ.

75- مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، للإمام ابن قيم الجوزية، تحقيق محمد حامد فقي، نشر دار الكتاب العربي، ط عام 1392هـ/ 1972م.

76- المستدرك على الصحيحين للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري، دراسة وتحقيق مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، ط1، 1411هـ/ 1990م.

77- مسند الإمام أحمد بن حنبل، إشراف د. سمير طه المجذوب، ط1، 1413هـ/ 1993م، ط، المكتب الإسلامي.

78- مسند الإمام أحمد بن حنبل، شرح أحمد شاكر، ط، دار المعارف، مصر.

79- مسند الإمام أحمد بن حنبل، فهرسة الشيخ ناصر الدين الألباني، طبعة المكتب الإسلامي، ط5، 1405هـ/ 1985م.

80- مع الطب في القرآن، تأليف د. عبد الحميد دياب، د. أحمد قرقوز، تقديم د. محمود ناظم نسيمي، طبعة مؤسسة علوم القرآن، ط2، 1402هـ.

81- معارج القبول بشرح سلم الوصول إلى علم الأصول، تأليف حافظ أحمد حكمي، تعليق عمر محمود أبو عمر، دار ابن القيم، ط1، 1410هـ.

82- معالم السنن شرح سنن أبي داود للإمام أبي سليمان حمد بن محمد الخطابي البستي، تحقيق عبد السلام عبد الشافي محمد، ط1، 1411هـ/ 1991م، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

83- مفتاح دار السعادة ومنشور ولاية العلم والإرادة للعلامة الإمام ابن القيم الجوزية، طبعة دار الفكر.

84- المفردات في غريب القرآن، تأليف أبي القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب، تحقيق محمد سيد كيلاني دار المعرفة بيروت.

85- مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، للإمام أبي الحسن علي بن إسماعيل الأشعري دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان ط3.

86- الملل والنحل، تأليف أبي الفتح، محمد بن عبد الكريم بن أحمد الشهرستاني، تحقيق محمد سيد كيلاني، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

87- الملل والنحل، للأستاذ أبي منصور عبد القاهر البغدادي، تحقيق د. ألبير نصري نادر، دار المشرق، بيروت، لبنان.

88- النبوات النبوات ، تأليف: شيخ الإسلام ابن تيمية، دراسة وتحقيق: محمد عبد الرحمن عوض، ط1، 1405هـ/ 1985م، دار الكتب العربي، بيروت.

89- النهاية في غريب الحديث والأثر للإمام مجد الدين المبارك محمد الجزري المعروف بابن الأثير، طبعة دار الفكر، تحقيق طاهر أحمد الزاوي، ومحمود محمد الطناجي.

90- نواقض الإيمان القولية والفعلية ، د. عبد العزيز العبد اللطيف .

91- اليوم الآخر بين اليهودية والمسيحية والإسلام، تأليف د. فرج الله عبدالباري أبو عطا الله، طبع ونشر دار الوفاء للطباعة، المنصورة، مصر، ط1، 1411هـ/ 1911م.

فہرست موضوعات:

صفحات	موضوعات
۳	ایمان سے متعلق اہم مسائل اور مقدمات
۳	پہلا مسئلہ: ایمان کی تعریف
۴	دوسرا مسئلہ: ایمان کے ارکان
۵	تیسرا مسئلہ: ایمان کی شاخیں
۶	چوتھا مسئلہ: ایمان کی شاخیں باہم متفاوت ہیں
۶	پانچواں مسئلہ: ایمان کے ارکان اور اس کی شاخوں میں فرق
۷	چھٹا مسئلہ: ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے
۱۰	سنت سے ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کی دلیلیں
۱۰	گناہ کبیرہ کی تعریف
۱۰	مرتکب کبیرہ کا حکم
۱۲	ایمان کے ارکان
۱۲	ایمان کا پہلا رکن: اللہ تعالی پر ایمان لانا
۱۲	اللہ کے وجود پر ایمان لانا
۱۲	وجود باری تعالی کی فطری دلیلیں
۱۶	وجود باری تعالی کی عقلی دلیلیں
۱۷	وجود باری تعالی کی حسی دلیلیں
۲۴	وجود باری تعالی کی شرعی دلیلیں
۲۴	اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا

توحید ربوبیت کا معنی و مطلب	۲۵
توحید ربوبیت سے متعلق سابقہ اقوام کا نظریہ اور موقف	۲۵
توحید ربوبیت کے منکرین	۲۶
ربوبیت باری تعالی کے دلائل	۲۹
اللہ تعالی کی الوہیت پر ایمان لانا	۴۸
توحید الوہیت کی اہمیت و فضیلت	۴۹
توحید ربوبیت کا اقرار کرنے سے توحید الوہیت کا اقرار بھی لازم آتا ہے اور توحید الوہیت، توحید ربوبیت کو شامل ہے	۵۴
توحید الأسماء والصفات کا معنی و مطلب	۵۶
تحریف و تعطیل اور تشبیہ و تمثیل اور تکییف کا معنی و مفہوم	۵۷
اللہ کے أسماء وصفات پر ایمان لانا	۵۷
اسماء وصفات سے متعلق سلف کا منہج	۵۹
اہل سنت والجماعت کے مخالفین: مشبہ ومعطلہ	۶۱
ایمان کا دوسرا رکن: فرشتوں پر ایمان لانا	۶۴
فرشتوں پر ایمان لانے کی اہمیت وفضیلت	۶۴
ملائکہ کی تعریف	۶۵
ملائکہ پر ایمان لانے کے دلائل اور اس کے مقتضیات	۶۶
فرشتوں تمام اقوال وافعال کو لکھتے ہیں	۷۷
فرشتوں پر ایمان لانے کے فوائد وثمرات	۷۸
ایمان کا تیسرا رکن: کتابوں پر ایمان لانا	۸۰
کتاب کا معنی و مطلب	۸۰

کتب سے کیا مراد ہے	۸۲
کتابوں پر ایمان لانے کے تقاضے	۸۲
قرآن کریم کی لغوی تعریف	۸۶
قرآن کریم کی اصطلاحی تعریف	۸۶
قرآن کریم کے اوصاف	۸۶
کتابوں پر ایمان لانے کے ثمرات ونتائج	۸۸
ایمان کا چوتھا رکن: رسولوں پر ایمان لانا	۹۰
رسولوں پر ایمان لانے کا معنی ومطلب	۹۰
نبی اور رسول میں فرق	۹۳
رسولوں پر ایمان لانے کے تقاضے	۹۴
نبوت کے دلائل	۹۷
رسولوں کا مشن اور ان کی ذمہ داریاں	۱۰۸
رسولوں پر ایمان لانے کے فوائد وثمرات	۱۱۱
ایمان کا پانچواں رکن: آخرت کے دن پر ایمان لانا	۱۱۲
آخرت پر ایمان لانے کے تقاضے	۱۱۳
پہلا تقاضہ: قیامت کی نشانیوں پر ایمان لانا	۱۱۳
دوسرا تقاضہ: قبر کی نعمت اور عذاب پر ایمان لانا	۱۲۰
تیسرا تقاضہ: صور پھونکے جانے سے لوگوں پر طاری ہونے والی بے ہوشی اور دنیا فنا ہونے کے بعد آسمان سے ہونے والی بارش پر ایمان لانا جس سے سارے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے	۱۲۲
چوتھا تقاضہ: بعث بعد الموت اور جزاء وسزا پر ایمان لانا	۱۲۳

بعث بعد الموت کی عقلی دلیلیں	۱۳۴
بعث بعد الموت کی حسی دلیلیں	۱۳۶
پانچواں تقاضہ: حشر ونشر پر ایمان لانا	۱۴۰
چھٹا تقاضہ: قیامت کی ہولناکیوں پر ایمان لانا	۱۴۳
ساتواں تقاضہ: میزان قائم کئے جانے پر ایمان لانا	۱۴۸
آٹھواں تقاضہ: حوض نبوی ﷺ پر ایمان لانا	۱۵۰
نواں تقاضہ: پل صراط کی حقیقت پر ایمان لانا	۱۵۲
دسواں تقاضہ: قنطرہ (جنت وجہنم کے درمیان ایک پل کے وجود) پر ایمان لانا	۱۵۴
گیارہواں تقاضہ: جنت پر ایمان لانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مخلوق اور موجود ہے، اسے کبھی فنا نہیں لاحق ہو سکتا	۱۵۵
بارہواں تقاضہ: جہنم پر ایمان لانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مخلوق اور موجود ہے ،اسے کبھی فنا نہیں لاحق ہو سکتا	۱۶۰
آخرت پر ایمان لانے کے فوائد وثمرات	۱۶۳
ایمان کا چھٹا رکن: قضاء وقدر پر ایمان لانا	۱۶۵
قضاء وقدر کی تعریف	۱۶۵
قضاء وقدر کے چار مراتب ہیں جن پر ایمان لانا واجب ہے	۱۶۶
پہلا مرتبہ: تقدیر کا علم	۱۶۶
دوسرا مرتبہ: تقدیر کی کتابت	۱۶۸
تیسرا مرتبہ: اللہ کی مشیئت	۱۶۹
چوتھا مرتبہ: تخلیق	۱۷۰

تقدیر کے معاملہ میں دو گمراہ فرقے	۱۷۱
تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد و ثمرات	۱۷۳
خاتمہ	۱۷۵
مراجع و مصادر	۱۷۷
فہرست موضوعات	۱۸۶